ستمبر 2002ء

جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۶ جلد ۶ / ۳۹

قادیانی تعلیمی اداروں کی واپسی

مقام رسول کتاب و سنت کی روشنی میں

دینی مدارس کا دنیا بھر میں تعارف

مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

وفا شعاری کے دو نادر نمونے

قادیانیوں کے ووٹ کینسل کرانے کی تحریک

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ نمبر 6 جلد نمبر ۳۹/۷ قیمت فی شمارہ ۱۰ روپے

بانی

مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

سالانہ ــــ ۱۰۰ روپے بیرون ملک ــــ ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

نگران اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر صاحبزادہ طارق محمود

سب ایڈیٹر حافظ احمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر رانا محمد طفیل جاوید

منیجر قاری محمد حفیظ اللہ

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ○ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ ○ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ○ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ ○ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہؒ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن میانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ○ حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی ○ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد

مولانا بشیر احمد ○ حافظ محمد ثاقب

مولانا محمد اکرم طوفانی ○ مولانا خدا بخش شجاع آبادی

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ○ حافظ محمد یوسف عثمانی

مولانا احمد بخش ○ مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن

مولانا محمد نذر عثمانی ○ مولانا غلام حسین

مولانا محمد اسحاق ساقی ○ مولانا غلام مصطفیٰ

مولانا فقیر اللہ اختر ○ مولانا محمد طیب فاروقی

مولانا قاضی احسان احمد مولانا محمد قاسم رحمانی چوہدری محمد اقبال

رابطہ، دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ، ملتان، پاکستان

فون۔ ۵۱۴۱۲۲ فیکس۔ ۵۴۲۲۷۷

ناشر، صاحبزادہ طارق محمود، مطبع تشکیل نو پرنٹرز ملتان

مقام اشاعت، جامع مسجد ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

قادیانی تعلیمی اداروں کی واپسی	ادارہ	3
گستاخان رسالتؐ کا عبرت ناک انجام	ادارہ	5
قرآن سے عدم محبت	ادارہ	6
جدگانہ طرز انتخاب کا مطالبہ	ادارہ	7
دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ریگولیشن آرڈ	ادارہ	8
سانحہ جتوئی اور سانحہ اباخیل	ادارہ	9
موٹروے انتظامیہ کی غفلت	ادارہ	10

مقالات و مضامین

مقام رسول کتاب وسنت کی روشنی میں	حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ	11
بکھرے موتی	حضرت مولانا اللہ وسایا	28
وفا شعاری کے دو نادر نمونے	حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی	36

ردقادیانیت

مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین	حضرت مولانا محمد نافع صاحب	42
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا	حضرت مولانا خدا بخش	58
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	60
قافلہ آخرت	ادارہ	63

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

قادیانی تعلیمی اداروں کی واپسی!!!

حال ہی میں حکومت نے 1972ء میں قومیائے گئے تعلیمی اداروں کو سابقہ مالکان کے حوالے کرنے کی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ اس حکومتی فیصلہ کے خلاف بالخصوص پنجاب میں اساتذہ کی طرف سے شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا ہے۔ مختلف شہروں میں اساتذہ کے احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔ آل پاکستان ٹیچرز فیڈریشن نے تعلیمی اداروں کی ڈی نیشلائزیشن پالیسی کو نہ صرف مسترد کیا ہے بلکہ یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اگر حکومت نے نجکاری پالیسی کا فیصلہ واپس نہ لیا تو فیڈریشن نہ صرف صدارتی ریفرنڈم کے پولنگ ڈے پر ہونے والی بے ضابطگیوں کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کرے گی بلکہ اکتوبر میں ہونے والے عام انتخابات میں اساتذہ فرائض سرانجام نہیں دیں گے۔ ادھر دینی حلقوں میں حکومتی اعلان کے بعد اضطراب اور تشویش کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔ کیونکہ حکومتی فیصلہ کے تحت مسیحیوں کے مشنری ادارے اور خاص طور پر قادیانی جماعت کے تعلیمی ادارے انہیں حاصل ہو جائیں گے۔

1972ء میں سابق وزیراعظم بھٹو کے دور حکومت میں مختلف تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لیا گیا تھا۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اب 30برس کے بعد قومیائے گئے تعلیمی اداروں کو ان کے مالکان کو واپس کرنے کی ضرورت کیونکر پیش آئی ہے؟۔ جبکہ حقیقی مالکان کی اکثریت اگلے جہان جا چکی ہے۔ جن انجمنوں کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں کا معیار تھا وہ انجمنیں کب سے غفرلہ ہو چکیں۔ اگر تعلیمی اداروں کے سابقہ مالکان موجود ہوں تو یہ سوال اہمیت کا حامل ہے کہ از سرنو ان اداروں کی تشکیل اور استحکام میں وہ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جبکہ حالات اور وقت کے تقاضے یکسر بدل چکے ہیں۔ جہاں تک قادیانیوں کے تعلیمی اداروں کی واپسی کا تعلق ہے ہم ایک مدت سے اس خدشے کا اظہار کر رہے تھے کہ قادیانی جماعت اپنے تعلیمی اداروں کی واپسی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ 12 اکتوبر کی حکومتی تبدیلی کے بعد قادیانیوں کے ہاں امید کے چراغ روشن ہوئے تھے کہ وہ بیرونی دباؤ سے فوجی حکومت کے ذریعہ اپنے مخصوص مقاصد حاصل کریں گے۔ چنانچہ نئے ووٹر فارم سے عقیدہ ختم نبوت کے حلف نامہ اور مذہب کے خانہ کے خاتمہ کی سازش نے

قادیانیوں کے مکروہ عزائم کو بے نقاب کر دیا ہے۔ موجودہ نازک حالات کے تناظر میں مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد جکاری کے حکومتی عمل کی مسلسل مخالفت کر رہے ہیں۔ این جی اوز کی غیر معمولی دلچسپی اور سرگرمیوں کے باعث ہر محب وطن شہری اس تشویش میں مبتلا ہے کہ اس طرح سرکاری ادارے حکومتی سرپرستی سے محروم ہو کر براہ راست غیر ملکی تسلط کا شکار ہو جائیں گے۔

حکومتی پالیسی سے قطع نظر قادیانی جماعت کے تعلیمی اداروں کی واپسی ملک اور قوم کے مفادات کے منافی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت نے مضمرات پر غور و فکر ہی نہیں کیا۔ بظاہر یہ عام فہم سی بات ہے کہ اگر ادارے قومیائے جا سکتے ہیں تو واپس بھی کیے جا سکتے ہیں۔ اس وقت حکومت کی طرف سے ڈی نیشنلائزیشن کا ایک مقصد مالی استحکام اور ملک کے اقتصادی ڈھانچے کو مضبوط بنانا بھی ہے جیسا کہ حکومتی حکام ان دعووں کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ قادیانی جماعت کے 50 کروڑ مالیت کے تعلیمی اداروں کو محض 83 لاکھ کے عوض قادیانیوں کے حوالے کر دینا ملک کی کونسی معاشی و اقتصادی خدمت ہے؟ پھر معاملہ اقتصادی نکتہ نظر تک محدود نہیں۔ قادیانی اداروں کی واپسی سے ارتداد کی راہیں ہموار ہو جائیں گی اور قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیاں جو کہ خلاف قانون ہیں دوبارہ شروع ہو جائیں گی۔ اس احتمال کے باعث لا اینڈ آرڈر کے مسئلہ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان اساتذہ یا مسلم طلباء کے ایمان کو بچانا از حد ضروری ہے۔ ماضی گواہ ہے کہ چناب نگر میں قادیانیوں کے تعلیمی اداروں میں مسلمان طلباء کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ مسلم اساتذہ پر عرصہ حیات تنگ کیا جاتا تھا۔ محکمہ تعلیم اس کا گواہ ہے۔ یہ تمام حقائق آن ریکارڈ ہیں۔

حکومت کو چاہئے کہ قادیانیوں کے تعلیمی اداروں واقع چناب نگر کی تفصیلات' حقائق اور شواہد کی روشنی میں فیصلہ کرے۔ ٹی آئی ہائی سکول چناب نگر 91 کنال اراضی پر واقع ہے۔ اسی طرح نصرت گرلز ہائی سکول کی اراضی بھی 91 کنال پر مشتمل ہے۔ ہماری جماعت کے رہنما حضرت مولانا فقیر محمد صاحب کے ایک پریس ریلیز کے مطابق محض 83 لاکھ کے عوض قادیانی 50 کروڑ مالیت کی اراضی عمارات اقلیتی سکول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک لاکھ فی مرلہ کے حساب سے 18 کروڑ 20 لاکھ کی لاگت سے بلڈنگ کی نئی تعمیر کرائی گئی ہے۔ دفتر' 36 کمرے' لائبریری مالیت 65 لاکھ' فرنیچر جو کہ حکومت نے خریدا ہے ڈیسک الماریاں' کرسیاں' ایک لاکھ روپیہ کتب لائبریری نئی بنائی گئی ہے۔ اس کی مالیت 2 لاکھ روپے ہے۔ سامان سائنس' سپورٹس 3 لاکھ روپیہ میں خریدا گیا۔ نئی تعمیر شدہ مسجد 3 لاکھ روپے میں مکمل ہوئی ہے۔ درخت ایک لاکھ روپیہ کے ہیں۔ کل اثاثہ جات 19 کروڑ بنتے ہیں۔ اسی طرح نصرت گرلز ہائی سکول اور فضل عمر

گرلز ہائی سکول کا الگ الگ حساب لگایا تو تینوں سکولوں کی مالیت 50 کروڑ روپے بنتی ہے۔ قادیانی جماعت نے ان تینوں اداروں کے ملازمین کی ایک سال کی تنخواہیں مجموعی طور پر جو 83 لاکھ روپے بنتی ہیں جمع کروائے ہیں۔ افسوس کہ کسی حکومت نے ''انجمن احمدیہ'' یعنی قادیانی جماعت کے اثاثہ جات کو چیک نہیں کیا۔ سر موڈی گورنر پنجاب کی نوازش اور بڑی سرکار کی نظر کرم کے طفیل چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی زمین قادیانی جماعت کو کوڑیوں کے بھاؤ دی گئی۔ حکومت کو چاہئے کہ یہ اراضی بحق سرکار ضبط کرے اور قادیانی تعلیمی اداروں کو واپس نہ کیا جائے۔ ملک کے مختلف حصوں سے احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ دینی طبقہ کی جانب سے حکومت پر قادیانیت نوازی کا الزام اکثر عائد کیا جاتا ہے۔ حکومت آئین و قانون اور ملک اور قوم کے مفاد کو مقدم رکھے۔ تعلیم الاسلام سکول میں اسلام کی نہیں ارتداد کی تبلیغ ہوگی۔ حکومت ایک مرتبہ پھر دانشمندی تدبر اور فراست کا عملی مظاہرہ کرے۔ ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ حکومت نے دو ماہ قبل نئے ووٹر فارم میں عقیدہ ختم نبوت کا حلف نامہ اور مذہب کا خانہ بحال کر کے قادیانیوں کو جو ضرب لگائی تھی ان کے تعلیمی ادارے واپس کر کے تلافی کی جارہی ہے۔ اشک شوئی کا یہ انداز' دلجوئی کا یہ طریقہ' قادیانیت کے جسم پر لگے حالیہ زخم کے لئے مرہم کا سامان حکومت کے لئے رسوائی کا باعث بن سکتا ہے۔ نیک نامی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

گستاخان رسالت مآب ﷺ کا عبرتناک انجام

ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے توہین رسالت کے مقدمے میں ملوث انور کیتھ کو سزائے موت اور پانچ لاکھ روپیہ جرمانے کی سزا کا حکم سنایا ہے۔ ملزم کے خلاف گوالمنڈی پولیس نے ستمبر 2000ء میں انجمن اشاعت اسلام کے سیکرٹری حاجی محمود ظفر کی درخواست پر مقدمہ درج کیا تھا۔ استغاثہ کے مطابق ملزم نے مدعی سمیت تمام عالمی سربراہان اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان اور پاکستان میں موجود سفیروں' علماء اسلام اور پادریوں کو خطوط لکھے جس میں جناب رسالت مآب ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تھے۔ ایک اور اخباری اطلاع کے مطابق مقامی ایڈیشنل سیشن جج سردار احمد نعیم نے توہین رسالت کے مقدمہ میں ملوث ملزم راجہ وجیہہ الحسن کو جرم ثابت ہونے پر سزائے موت اور 2 لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا حکم سنایا ہے۔ ملزم کے خلاف تھانہ اقبال ٹاؤن لاہور سے 21 مارچ 1999ء کو مقدمہ درج کیا تھا۔ استغاثہ کے مطابق ملزم نے بھی معروف علماء کو خطوط لکھے تھے جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کی شان اقدس میں

گستاخی اور اہانت کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ عدلیہ نے قانون وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے موجودہ حالات میں جو کردار ادا کیا ہے اس کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں جبکہ پاکستان شدید بیرونی دباؤ کا شکار ہے مختلف بین الاقوامی ادارے اور این جی اوز ملک بھر میں سرگرم عمل ہیں اور ان کا یہ مطالبہ روز بروز بڑھتا جارہا ہے کہ پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت ایکٹ ختم کیا جائے۔ ہم بارہا اپنے جریدہ میں اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالت کا قانون اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ کوئی گناہ گار سے گناہ گار مسلمان بھی سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی یا اہانت برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ناموس رسالت کے تحفظ میں اپنی جان کی قربانی کو بھی عین سعادت سمجھتا ہے۔ اس حوالہ سے ماضی کے بے شمار ایمان پرور واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ حال ہی میں فیصل آباد کے نواح چک جھمرہ کے گاؤں برنالہ میں ایک بدبخت گستاخ رسول زاہد محمود مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ ایڈیٹر لولاک کو اس مقدمہ کی پیروی کے لئے جھمرہ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ بے شمار مسلمان اجتماعی طور پر تھانہ میں پیش ہو کر اعتراف جرم کا اعلان کر رہے تھے۔ راقم کو گاؤں کے لوگوں نے بتایا کہ خود ملزم کے اہل خانہ اور اولاد اس سے نالاں تھی۔ واقعہ کا ناقابل فراموش پہلو یہ ہے کہ ملزم کو لوگوں نے سنگسار کر کے موقع پر ہلاک کیا۔ مرنے کے بعد اس کے جسم سے پھیلنے والے تعفن سے ہر شخص پناہ مانگ رہا تھا۔ قبل ازیں یوسف کذاب کو ایک نوجوان مسلمان قیدی نے جیل کے اندر گولی مار کر اسے منطقی انجام تک پہنچایا۔ قانون کو ہاتھ میں لینا قطعی نامناسب ہے اور اس طرز عمل کی ہم نے کبھی حمائت نہیں کی۔ امریکی مداخلت' بیرونی دباؤ اور بین الاقوامی حقوق انسانی کی مختلف تنظیموں کے مطالبات کے باوجود گستاخان رسول ﷺ کو ان کے حقیقی انجام تک کیوں پہنچایا جارہا ہے؟ انہیں نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہئے کہ ناموس رسالت کا تحفظ قانون کا محتاج نہیں۔ ایک سپر طاقت کا اصرار ہے کہ پاکستان سے تحفظ ناموس رسالت ایکٹ ختم کیا جائے۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ توہین رسالت کا قانون ختم ہو سکتا ہے لیکن عشق رسالت کا جذبہ ختم نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن مجید سے عدم محبت

حکومت پنجاب کی طرف سے حفظ قرآن کے 20 نمبروں کی رعایت واپس لینے کا اقدام قابل مذمت ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے نہ صرف قرآن مجید حفظ کرنے والوں طلباء کی حوصلہ شکنی ہوگی بلکہ بے شمار طلباء اس نتیجے میں داخلے سے محروم ہو جائیں گے۔ عام طور پر یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ حافظ قرآن بچے غیر معمولی طور پر ذہین ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان بچوں کے ذہن اور دل ودماغ روشن کر دیتے ہیں۔

قرآن کے حفاظ بچوں کی حوصلہ افزائی کی ابتداجنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں کی گئی تھی۔اخباری اطلاعات کے مطابق وزارت تعلیم کی وضاحت کے باوجود بعض ادارے رعایتی نمبروں کی سہولت دینے سے انکاری ہیں۔حافظ قرآن بچوں کے والدین سخت پریشان ہیں۔ یہ اقدام حکومت کے لئے بدنامی اور رسوائی کا باعث ہوگا۔ پنجاب کے گورنر خالد مقبول کا تعلق ایک دین دار گھرانے سے ہے۔ان کی اسلام دوستی اور دین سے لگاؤ مسلمہ ہے۔اپنی اس نیک شہرت کے باعث ہم توقع رکھتے ہیں کہ گورنر پنجاب 20 نمبروں کی رعایت بحال رکھنے کے ضمن میں سختی سے عمل درآمد کروائیں گے۔اس رعایت سے نہ صرف انہیں ثواب ہوگا بلکہ ان کی نیک نامی میں اضافہ ہوگا۔ صوبہ بھر کے ننھے منھے حافظ قرآن بچوں کی دعائیں ان کے شامل حال ہوں گی۔ یقیناً۔انشاءاللہ!

جداگانہ طرز انتخاب کا مطالبہ

مسلم لیگ (ق) گروپ اقلیتی ونگ کے مرکزی صدر سابق وفاقی وزیر بشپ ڈاکٹر روفن جولیس نے مخلوط طرز انتخاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ کیونکہ اگر متحدہ ہندوستان میں مخلوط انتخابات کرائے جاتے تو ہندو اکثریت کسی صورت میں پاکستان نہ بننے دیتی۔اس لئے قیام پاکستان کے بعد ایک محدود اقلیت کے سواسب اقلیتوں کا مطالبہ رہا ہے کہ ان کے لئے جداگانہ طرز انتخاب ہی موزوں ہے۔ جس سے تمام اقلیتوں کو اپنے نمائندے خود منتخب کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ مسیحی رہنما ڈاکٹر جولیس پہلے مسیحی رہنما نہیں ان سے پہلے بھی اکثر مسیحی رہنما مخلوط انتخابات کی مخالفت کر چکے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جداگانہ انتخابات کے خاتمہ کے حکومتی اعلان کے بعد مسیحی رہنماؤں نے سنجیدگی سے مخلوط انتخابات کے مضمرات پر غور وفکر کیا ہے۔ورنہ اس سے قبل مسیحی رہنما قادیانی جماعت کے سحر میں مبتلا تھے۔ ہم نے کئی دفعہ مسیحی رہنماؤں کو اس حوالہ سے جب وہ جداگانہ طرز انتخاب کی مخالفت کرتے تھے یہ باور کروانے کی کوشش کی تھی کہ وہ نادانستہ طور پر قادیانیوں کے آلہ کار بن رہے ہیں۔ڈاکٹر جولیس نے اپنے حالیہ بیان میں اسی اقلیت یعنی قادیانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کے مسئلہ پر سب سے زیادہ تشویش قادیانی جماعت کو تھی کیونکہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانیوں کے مکروفریب سے بچانے کے لئے یہ انتہائی ضروری تھا۔لیکن افسوس کہ مسیحی اقلیت کے رہنماؤں نے خواہ مخواہ اس کی مخالفت کی۔اس مخالفت سے قادیانیوں کو فائدہ پہنچنا ایک فطری امر تھا۔ مسیحی اقلیت نے کبھی اس پہلو سے غور نہیں کیا کہ قادیانی مذہبی تشخص کے حوالہ سے مسلمانوں سے الگ قوم ہیں اور وہ مسلمانوں کی صفوں میں کیونکر شامل رہنا چاہتے ہیں۔اس کے برعکس مسیحی ایک سچے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں۔ مسلمان آن کے پیغمبر کی عظمت اور ان کے مذہبی عقائد کے حوالہ سے ان کا احترام کرتے ہیں۔ مسیحی پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت

ہیں۔ وہ محب وطن شہری ہیں۔ آئین و قانون کے پابند ہیں۔ اس کے برعکس قادیانی ایک جھوٹے پیغمبر کی ذریت ہیں۔ ان کی وفاداریاں مشکوک ہیں۔ اسرائیل و بھارت سے ان کے روابط اور تعلقات ڈھکے چھپے نہیں۔ قادیانیوں نے اپنے قول و فعل سے کبھی آئین اور قانون کا احترام نہیں کیا تھا۔ جداگانہ طرز انتخاب کو نہ انہوں نے قبول کیا اور نہ ہی اقلیتی نشستوں کے انتخابات میں کبھی حصہ لیا۔ غیر محب وطن، دشمن اسلام، آئین و قانون کی باغی اقلیت سے مسیحی رہنماؤں کے روابط و تعلقات پر ہمیں انتہائی افسوس رہا ہے۔ اب جبکہ مسیحی رہنماؤں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ جداگانہ طرز انتخاب ہی ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں بہتر ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ باضابطہ طور پر حکومت سے مطالبہ کریں کہ مخلوط طرز انتخاب کی بجائے جداگانہ طرز انتخاب بحال رکھا جائے۔ تاکہ اقلیتوں کو اپنے نمائندے چننے میں آسانی رہے۔ جہاں تک حلقہ بندیوں اور طرز انتخاب میں قابل ذکر رکاوٹوں کا تعلق ہے درپیش مشکلات کو باہمی افہام و تفہیم سے طے کیا جاسکتا ہے۔ مسیحی رہنماؤں کی سوچ کی تبدیلی قابل تحسین ہے۔ تاہم ان سے گزارش ہے کہ وہ قادیانی اقلیت کی سازشوں سے چوکنا رہیں۔ اپنی اقلیت کے مفادات کو ترجیح دیں اور آئندہ قادیانیوں کا آلہ کار بننے سے بچیں۔

دینی مدارس رجسٹریشن اور ریگولیشن آرڈیننس

وفاق المدارس عربیہ پاکستان اور رابطۃ المدارس پاکستان کے رہنماؤں نے دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ریگولیشن آرڈیننس مجریہ 2002ء کو مسترد کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آرڈیننس دینی مدارس کے بنیادی مقصد وجود کے خلاف ہے اور اس کے ذریعے مدارس کو آزادی و خود مختاری کے ساتھ دینی علوم کی تعلیم دینے کے بنیادی مقصد سے منحرف کر کے سرکاری بیوروکریسی کے اشارہ ابرو کے تابع بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے مندرجات خود صدر پاکستان اور حکومت کے وزراء کی ان بار بار کی یقین دہانیوں کے بھی منافی ہیں جن کے ذریعے انہوں نے دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری کے تحفظ کا اعلان کیا تھا۔ نیز عرصہ دراز سے حکومت کے مختلف ذمہ داروں سے دینی مدارس کے نمائندوں کے مذاکرات جن خطوط پر ہو رہے تھے یہ آرڈیننس ان کے بھی بالکل برعکس ہے۔ دینی مدارس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی بیرونی دباؤ کے بغیر قرآن و سنت کے علوم کی تعلیم اور اتباع سنت کے مزاج و مذاق کا تحفظ کریں جس کے لئے ان کا بدلتی ہوئی حکومتوں کے اثرات سے مکمل طور پر آزاد رہنا ضروری ہے۔ لہذا ان کی آزادی و خود مختاری کسی فرد کی خاطر نہیں بلکہ علوم اسلامی کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ان مدارس نے کبھی اس کے تحفظ کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ مدارس سخت سے سخت حالات میں بھی حکومت سے کسی امداد کے طالب ہیں نہ رہے ہیں۔ جہاں تک مدارس کی رجسٹریشن کا

تعلق ہے بیشتر مدارس پہلے سے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اور جو رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کی رجسٹریشن سے بھی مدارس کو کوئی انکار نہیں بشرطیکہ اس کے طریقہ کار میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جو ان کی آزادی و خود مختاری سلب کرنے کے مترادف ہو۔ افسوس ہے کہ مجوزہ آرڈیننس نے رجسٹریشن کے نام پر دینی مدارس کی بنیادی روح پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ لہذا وفاق المدارس العربیہ پاکستان اس آرڈیننس کو مسترد کرتا ہے اور حکومت پر واضح کردینا چاہتا ہے کہ اس وقت ملک جس نازک دور سے گزر رہا ہے۔ اس میں بھی اس قسم کے مسائل چھیڑنے سے باز رہے۔ کیونکہ اس سے ملکی یکجہتی کو تباہ کرنے کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور جو افراد یہ مسائل کھڑے کررہے ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ ملک وملت کو اس نازک موقع پر ایک نئے تصادم اور نئے اضطراب سے دوچار کرکے ملکی سالمیت داؤ پر لگا رہے ہیں۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مدارس کے بارے میں اپنی درآمدی پالیسی پر نظر ثانی کرے اور آرڈیننس کو واپس لینے کا فوری اعلان کرکے اسلامیان پاکستان کو مطمئن کرے۔ ورنہ اس معاملہ میں حکومت کی ہٹ دھرمی ملک کے دینی حلقوں کو میدان عمل میں آنے پر مجبور کردے گی اور اس کے تمام تر نتائج کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

سانحہ جتوئی اور سانحہ ابا خیل

ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل جتوئی میں پیش آنے والے انسانیت سوز واقعہ نے محب وطن شہریوں کو خون کے آنسو رلا دیا۔ ہم اس دلخراش واقعہ کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ قرآن مجید پڑھانے والی 30 سالہ قوم کی بیٹی کی عزت و آبرو کو پنچایت کے ذریعہ جس طرح سرعام رسوا کیا گیا وہ جہالت میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ واقعہ عصمت و عفت کے دامن پر ایسا داغ چھوڑ گیا ہے جسے مٹانے کے باوجود نہ مٹایا جاسکے گا۔ اس واقعہ پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ گورنر پنجاب خالد مقبول مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا۔

یہ ہمارا معاشرتی المیہ ہے کہ ہمارے دیہات اور پسماندہ علاقوں میں جہالت کے باعث ابھی تک غیر اسلامی رسوم و رواج کا دور دورہ ہے۔ جتوئی کا واقعہ اسی کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ واقعہ میڈیا کی نظر میں آیا تو شہرت پاگیا۔ ورنہ نوعیت کے لحاظ سے یہ نیا واقعہ نہیں۔ یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ یہاں خون سستا اور انصاف منہگا ہے۔ نہ جانے کتنی مختار بیبیاں روزانہ ظلم' ناانصافی' بربریت' درندگی اور خاندانی انا کی بھینٹ چڑھتی ہیں۔ ابھی اس واقعہ کی سیاہی خشک نہ ہوئی تھی کہ میانوالی کے نواحی گاؤں ابا خیل کے واقعہ نے اہل وطن کو لرزہ براندام کردیا۔ یہاں دوہرے قتل کے خون بہا کے عوض میں آٹھ بچیوں کو "ونی" بنانے اور مقتول پارٹی کو 80 لاکھ روپے بطور تاوان دینے کا سمجھوتہ طے پایا۔ اس خبر کے شائع ہونے پر چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس ریاض حسین نے نوٹس لیتے ہوئے غیر

انسانی اور غیر قانونی قرار دے کر سیشن جج میانوالی سے تین روز کے اندر اندر رپورٹ طلب کرلی۔ 24 جولائی لو خبر نامہ میں یہ خبر شائع کی گئی کہ مقامی پولیس نے موقع پر پہنچ کر دلہنوں کو طلاقیں دلوائیں اور معمر بوڑھے دولہے گرفتار کر لئے۔ ظلم اور سفاکی کی انتہا یہ کہ ابا خیل میں جواں سال لڑکیوں کو جبراً عمر رسیدہ بوڑھوں کے نکاح میں دے دیا گیا۔ ان کی فریاد تک نہ سنی گئی۔ افسوس کہ ملک میں این جی اوز کے پھیلے جال میں کسی کو سانحہ جتوئی یا سانحہ ابا خیل کی مذمت اور متاثرین سے اظہار ہمدردی کی توفیق تک نہیں ہوئی۔ زعفران بی بی کیس کے حوالے سے اسلامی حدود کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے ان کے مذموم پراپیگنڈہ کو مزید ہوا دی۔ لیکن ہر دو واقعات پر ان کی سرد مہری اور خاموشی قابل مذمت ہے۔

وطن عزیز پاکستان کے حصول کا مقصد یہ تھا کہ یہاں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ افسوس کہ 54 برس حکمرانوں نے مسلسل اسلام کا نام تو استعمال کیا لیکن اسلام کے عملی نفاذ کے لئے کوئی سی کوشش نہیں کی گئی۔ سانحہ جتوئی اور ابا خیل جیسے واقعات ہوتے رہیں گے جب تک کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ زبانی نہیں عملی طور پر نہیں بنائیں گے۔ اس صورت میں ایسے واقعات کا سدباب نہیں ہو سکے گا۔

ایڈیٹر لولاک موٹروے پر حادثہ میں بال بال بچ گئے

فیصل آباد سے اسلام آباد جاتے ہوئے چکوال سے آگے بلکسر کے قریب ایڈیٹر لولاک صاحبزادہ طارق محمود کی گاڑی میں اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ گاڑی جل کر تباہ ہوگئی۔ جبکہ ایڈیٹر لولاک بچوں سمیت محفوظ رہے۔ تفصیلات کے مطابق 5 جولائی کی شب صاحبزادہ طارق محمود اپنی فیملی سمیت سوزوکی کیری ڈبہ میں فیصل آباد سے ہری پور ہزارہ جارہے تھے کہ شب 12:30 پر بلکسر کے قریب گاڑی کے نچلے حصے میں لگی آگ کے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیئے۔ ان کے بیٹے شاہد محمود جو گاڑی چلا رہے تھے بمشکل گاڑی کو روکنے میں کامیاب ہوئے۔ بچوں کو گاڑی سے باہر نکالا گیا جس کے بعد آگ نے پوری گاڑی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی سامان سمیت جل کر خاکستر ہوگئی۔ ایڈیٹر لولاک کے بیٹے شاہد محمود کا ہاتھ آگ سے جھلس جانے پر زخمی ہوگیا۔ باقی سب اہل خانہ محفوظ رہے۔ صاحبزادہ طارق محمود نے ایک عرض داشت کے ذریعہ موٹروے پولیس کے رویہ' غفلت اور آگ بجھانے میں کوئی سی مدد دینے کی معذرت پر اعلیٰ حکام کو آگاہ کیا ہے اور مطالبہ کیا کہ موٹروے پر آگ بجھانے کے واقعات کے تدارک کے ضمن میں موثر اقدامات کئے جائیں۔ ایڈیٹر لولاک نے تمام احباب' جماعتی رفقاء اور کارکنوں کی طرف سے اظہار ہمدردی پر شکریہ ادا کیا ہے۔

☆......☆......☆

مولانا عبدالشکور ترمذیؒ

مقام رسول ﷺ کتاب و سنت کی روشنی میں

یہ سخت غلط فہمی ہے کہ نبوت کو ان کمالات میں سے سمجھ لیا جائے جو پہلی امتوں کو کسی عبادت وریاضت کے صلہ میں یا انعام کے طور پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ یہ صرف تشریعی ضرورتوں کی تکمیل کا ایک منصب ہے جس میں قدرت اس کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ اس کو اس منصب کے لئے منتخب کر لیتی ہے۔

نبوت کا کسب سے تعلق نہیں بلکہ اصطفاء واجتباء سے ہے

اگر نبوت ان کمالات میں سے ہوتی جو مجاہدات وریاضات' پاکبازی' حسن نیت' وغیرہ عبادات کے صلہ میں انعامی طور پر ملتے ہیں۔ تو یقیناً اس کے لئے سب سے موافق زمانہ خود نبی کی موجودگی کا زمانہ ہوتا۔ کیونکہ جتنی عملی جدوجہد' اتباع شریعت کا جتنا جذبہ خود نبی کے زمانہ میں ہوتا ہے اس کے بعد نہیں ہوتا مگر نبوت کی تاریخ اس کے برخلاف ہے۔ یعنی جب خدا تعالیٰ کی زمین شروفساد' طغیانی وسرکشی' تکبر وغرور سے بھر گئی ہے' صلاح و تقویٰ کا تخم فاسد ہو گیا ہے' رشدوہدایت کے آثار محو ہو گئے ہیں' وہی وقت انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سب سے زیادہ موزوں قرار پایا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان نہیں ہے کہ نبوت وہ انعام نہیں ہے کہ ولایت وصدیقیت کی طرح امتوں میں تقسیم کی جائے بلکہ دنیا کے انتہائی دور ضلالت میں خدا کی صفت ہدایت کا اقتضاء ہے۔ اس میں کسب واکتساب اور ماحول کی مساعدت وناسماعدت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبوت ان کمالات میں سے نہیں ہے جو ریاضات ومجاہدات کے صلہ میں بطور انعام کسی وقت بھی بخشا گیا ہو۔ بلکہ یہ ایک الٰہی منصب ہے جس کا تعلق تشریعی ضرورت اور براہ راست خدا تعالیٰ کی صفت اجتباء واصطفاء کے ساتھ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس منصب کے لئے چن لیتا ہے۔

رسالت کا مفہوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا صحیح اور پورا مفہوم اسی وقت ادا ہوتا ہے جبکہ آپ کو خاتم النبیین بھی سمجھا جائے۔ آپ کو صرف رسول اللہ سمجھنا اور خاتم النبیین نہ سمجھنا آپ کی حیثیت کے صرف ایک ہی جزء کو ادا کرتا ہے اور وہ بھی مشترک جزء کو۔ آپ کے منصب عالی کا ممتاز جزء خاتم النبیین ہے لیکن چونکہ

یہ دونوں حیثیتیں آپ کی ذات میں جمع ہیں اور اس طرح جمع ہیں گویا ایک ذات کے دو عنوان ہیں۔اس لئے عام طور پر صرف اقرار رسالت ختم نبوت کے اقرار کے لئے کافی سمجھا گیا جیسا کہ کلمہ توحید کا اقرار اس کا اقرار گو رسالت کے اقرار سے ایک جداگانہ شے ہے مگر جو توحید آپ کی حکم برداری میں تسلیم کی جائے وہ اقرار بالرسالۃ کے ہم معنی ہے۔اس لئے بعض احادیث میں صرف کلمہ توحید کی شہادت کو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح آپ کی رسالت اور ختم نبوت کا مسئلہ سمجھنا چاہیے۔

عقیدہ ختم نبوت ایمان کا جزء ہے

حدیث میں جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان آپ کی ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم میں :" ولکن رسول اللہ ۔" کے ساتھ : "وخاتم النبیین ۔" کا لفظ اسی لئے ہے کہ آپ صرف رسول نہیں ہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔اس کے برخلاف آپ سے پیشتر جتنے رسول ہوئے وہ صرف رسول اللہ تھے۔اسی لئے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خاتم النبیین ہے۔یہ آنحضرت ﷺ کا مخصوص لقب ہے اور آپ نے ہی اس کا دعویٰ کیا ہے۔حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا یہ لقب صرف بطور مدح نہیں ہے بلکہ یہ بحیثیت عقیدہ کے ایک عقیدہ ہے۔خاتم الشعراء اور خاتم المحدثین کی طرح یہ صرف ایک محاورہ نہیں ہے۔

رسول اللہ کا تصور : آنحضرت ﷺ کے تصور کے لئے دو باتوں کا تصور ضروری ہے۔یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ کہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔آپ کے متعلق صرف رسول اللہ کا تصور آپ کی ذات گرامی کا ادھورا اور ناتمام تصور ہے بلکہ ان ہر دو تصورات پر آپ کا امتیازی تصور خاتم النبیین ہی ہے۔

ضروری تنبیہ : جب کسی لفظ کا ایک مفہوم اور اس کی مراد امت مسلمہ کے بتواتر استعمال کرنے اور اجماع سے متعین ہوگئی ہو تو قرآن وحدیث میں اس لفظ کے وہی معنی مراد لئے جائیں گے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لغت کی استعانت یا دیگر شواہد سے اس لفظ کے دوسرے معنی اور مفہوم مراد لے۔مثلاً وحی کا لفظ ہے۔لغت میں وہ کسی معنی کے لئے ہے۔اب اس پر بحث کرنی غیر ضروری ہے۔کیونکہ قرآن کریم میں جب اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کے دائرہ میں ہے تو اس کے معنی بندہ اور حق تعالیٰ کے مابین ہم کلامی کے ہوتے ہیں۔اس لئے جب کہیں وحی کا لفظ انبیاء ورسل کے بارہ میں استعمال کیا جائے گا تو اس کے یہی معنی مراد لئے جائیں گے یا مثلاً نبی کا لفظ

ہے یہ بناء سے مشتق ہے اور لغت میں انباء کو ہر خبر کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کا عام استعمال اب صرف غیب کی خبروں میں ہوتا ہے تو نبی اللہ کے معنی (فعیل بمعنی مفعول کا لحاظ کرتے ہوئے) یہ ہوں گے :"الذی بناہ اللہ ." یعنی :"جس کو اللہ نے نبی بنایا ہو اور اس کو غیب کی خبریں دی ہوں۔" اس کے بعد اب ختم نبوت کے مفہوم اور معنی پر غور کیجئے۔

ختم نبوت کے معنی : ختم نبوت کا لفظ ہمیشہ سے امت مسلمہ میں تواتر کے ساتھ استعمال ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ سے اس لفظ کا مفہوم صرف یہی سمجھا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اب کسی جدید نبوت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ خواہ وہ کسی قسم اور کسی مرتبہ ہی کی کیوں نہ ہو ظلی ہو یا بروزی' تشریعی ہو یا غیر تشریعی ہر قسم کی نبوت ختم کردی گئی مگر اس معنی سے نہیں کہ آئندہ نفوس انسانیہ کو کمال و تکمیل سے محروم کردیا گیا ہے بلکہ اس معنی سے کہ اب یہ منصب ہی ختم کردیا گیا ہے۔

صرف لفظ کا استعمال کافی نہیں اگر کوئی جماعت صرف ختم نبوت کا لفظ تو استعمال کرتی مگر ان معنوں سے نہیں جن میں کہ عام مسلمان اس کو استعمال کرتے چلے آئے ہیں تو محض اس لفظ کے استعمال کر لینے سے اس کو عام مسلمانوں کی جماعت میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ صرف جنت ودوزخ' نبوت اور معجزات کے الفاظ استعمال کرنے والے فلاسفہ کو صرف ان الفاظ کے استعمال کرنے سے مسلمانوں کے عقائد سے متفق نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ ان الفاظ کا استعمال ان ہی معنوں میں کرتے ہیں جن میں کہ تمام مسلمان ان کو استعمال کرتے چلے آئے ہیں کیا نصاریٰ اور ہنود بھی توحید کا اقرار نہیں کرتے مگر کیا صرف لفظ توحید کے استعمال کر لینے سے ان کو اسلامی توحید کا معتقد کہا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان واسلام کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان حقائق کو اپنے انہی معنوں میں مانا جائے جن میں کہ وہ ہمیشہ سے مسلمانوں میں مسلم رہے ہیں۔ صرف رسمی الفاظ کی نقالی بے سود ہے۔

ختم نبوت کی عقلی وجہ: سنت اللہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کامل کرکے ختم فرماتے ہیں۔ ناقص کو ختم نہیں فرماتے نبوت بھی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اس لئے مقدر یوں ہوا کہ اس کو بھی ختم کردیا جائے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت ختم نہ ہوتی بلکہ جاری رہے تو لازم آئے گا کہ ان کا خاتمہ نقصان پر ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک نہ ایک دن عالم کا فنا ہونا ضروری ہے۔ اس سے قبل کسی نہ کسی نبی کا آخری نبی ہونا بھی عقلاً لازم ہے۔ اب اگر وہ آپ سے زیادہ کامل ہو تو اس کے لئے اسلامی عقیدہ میں گنجائش نہیں اور اگر ناقص

ہو تو خاتمہ نقصان پر تسلیم کرنا لازم ہوگا۔

تفصیل :اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب فطرت عالم پر غور کیا جائے گا تو جزء وکل میں ایک حرکت نظر ئے گی۔ ہر حرکت ایک ارتقاء اور کمال کی متلاشی ہوتی ہے۔ پھر ایک حد پر پہنچ کر یہ حرکت ختم ہو جاتی ہے اور جہاں تم ہوتی ہے وہی اس کا نقطہ کمال کہلاتا ہے۔ انسان کی حقیقت پر اگر غور کیا جائے تو وہ بھی نقطہ سے متحرک ہو کر دم مضغہ کے قالب طے کرتا ہوا خلق آخر پر جاکر ٹھہر جاتا ہے اور اسی کو اس کی استعداد فطری کا کمال کہا جاتا ہے۔ پیدا ونے کے بعد اس کے اعضاء میں پھر ایک حرکت اور ایک نشو ونما نظر آتا ہے اور وہ دور شباب پر مکمل ہو کر ختم و جاتا ہے اور اسی کو اس کا زمانہ کمال کہا جاتا ہے۔ نباتات اور اشجار کو دیکھئے تو وہ بھی ایک چھوٹی سی گٹھلی سے حرکت رتے کرتے ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔ آخر کار اس پر پھل نمودار ہوتے ہیں اور جب وہ نمودار ہوتے ہیں تو یہ ں کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی کمال پر پہنچ کر درخت کا ایک دور حیات ختم ہو جاتا ہے۔ آئندہ اپنے دور حیات کے لئے ھر اس کو بہت سے انہیں ادوار کو دہرانا پڑتا ہے جن میں سے گزر کر وہ اس منزل تک پہنچا تھا۔ یعنی موسم خزاں آتا ہے اور اس کے دور حیات کو ختم کر جاتا ہے۔ اگر قدرت کو اس کی پھر نشات ثانیہ منظور نہ ہوتی تو وہ یونہی سوکھ کر ختم ؤ گیا ہوتا مگر چونکہ اس کو ابھی باقی رکھنا منظور ہوتا ہے اس لئے پھر اسے وہی سبز سبز پتیاں وہی ہری ہری لچک دار لیاں مل جاتی ہیں۔ پھر اس پر پھول آتے ہیں اور آخر میں پھل نمودار ہوتے ہیں۔ جب تک یہ درخت موجود رہتا ہے اسی طرح اپنے ارتقائی مدارج کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دہرایا کرتا ہے جو درخت اپنی ابتدائی کڑیوں پھر نہیں دہراتے وہ ایک مرتبہ پھل دے کر اپنی زندگی ختم کر جاتے ہیں۔ جیسے کیلا کا درخت ہے۔

اسی طرح سمجھا جائے کہ عالم نبوت میں بھی ایک تدریج نمایاں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ام شریعتوں پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبوتیں کسی ایک کمال کی جانب متحرک ہیں۔ ہر پچھلی شریعت پہلی ے نسبتاً ارتقائی شکل میں نظر آتی ہے۔ اس لئے اس طبعی اصول کے مطابق ضروری ہے کہ یہ حرکت بھی کسی نقطہ پر کر ختم ہو جس کو اس کا کمال کہا جائے۔

لیکن جب خود نبوت ہمارے ادراک سے بالاتر حقیقت ہے تو اس کے آخری کمال کا ادراک بدرجہ اول ری پرواز سے باہر ہونا چاہئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قدرت خود اس کی کفالت فرمائے اور خود ہی اس کا اعلان دے کہ نبوت کا ارتقاء جہاں ختم ہوا ہے وہ مرکزی اور کامل ہستی آنحضرت ﷺ کی مبارک ہستی ہے۔ قرآن یم میں اس کا اعلان فرماتے ہوئے :” ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین ۔ “ کے بعد فرمایا ہے :” وکان نہ بکل شیی علیما ۔ “یعنی اللہ ہی کو ہر چیز کا علم ہے وہ ہی یہ جانتا ہے کہ نبیوں میں خاتم النبیین اور آخری نبی کون

ہے۔ یہ بات تمہاری دریافت سے باہر ہے کہ تم معلوم کر سکو کہ اس کے رسولوں کی مجموعی تعداد کتنی ہے۔ ان میں اول کون ہے اور آخری کون ہے۔

نبوت نے اپنا مقصد پالیا: آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی نیا رسول نہیں آئے گا۔ کیونکہ اگر کوئی رسول آئے تو یا تو وہ آپ سے افضل ہوگا یا مفضول۔ اگر افضل ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت نے ابھی تک اپنے اس کمال کو نہیں پایا جس کے لئے وہ متحرک ہوئی تھی اور اگر مفضول ہو تو کمال کے بعد پھر یہ نزولی حرکت اسی وقت مناسب ہو سکتی ہے۔ جبکہ عالم کی پھر نشاۃ ثانیہ تسلیم کی جائے۔

لیکن چونکہ دنیا کی اجل مقدر پوری ہو چکی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ نبوت کی آخری اینٹ بھی لگادی جائے۔ اور اعلان کر دیا جائے کہ دنیا کی عمر کے ساتھ قصر نبوت کی بھی تکمیل ہو گئی ہے۔ اور نبوت نے اپنا مقصد پالیا ہے۔

ختم نبوت دینی ارتقاء اور خدا تعالیٰ کے انتہائی انعام کا اقتضاء ہے۔ اور وہ کمال ہے کہ اس سے بڑھ کر امت کے لئے کوئی اور کمال نہیں ہو سکتا۔ پھر حیرت ہے کہ اتنے عظیم الشان کمال کو برعکس محرومی سے کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

دین اسلام کامل ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی اقصاء عالم میں پھیل چکی ہے۔ خدائی نعمت پوری ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی اور ہمیشہ کے لئے ایک اسلام ہی پسندیدہ دین ٹھہر چکا ہے۔ اس لئے آئندہ نہ گمراہی اتنا تسلط حاصل کر سکتی ہے کہ ہدایت کو فنا کر دے اور اس کے تمام چشمے خشک ہو جائیں۔ اس کی ایک کرن بھی چمکتی نہ رہے اور نہ اس لئے کسی رسول کے آنے کی ضرورت باقی ہے۔

ختم نبوت در حقیقت اس کا اعلان ہے کہ نور نبوت اب تمام عالم کو اس طرح روشن کر چکا ہے کہ اب کفر خواہ کتنا ہی سر ٹپکے مگر وہ اس کے بجھانے سے بجھ نہیں سکتا۔ خدا کا اقرار اور اس کے صفات کی معرفت' غیب کا یقین اب مجموعہ عالم کا اس طرح جزو بن چکے ہیں کہ اگر کہیں اس مرتبہ پھر یہ معرفت ختم ہو گئی تو بس اس کے ساتھ ہی عالم کی روح بھی نکل جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

بڑی غلط فہمی: یہ بڑی غلط فہمی ہے کہ ختم نبوت کو کمالات کے ختم کے ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔

ہمارے اس بیان سے روشن ہو گیا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا تو خدائی نعمت کے اتمام اور دین کے انتہائی ارتقاء و عروج کی دلیل ہے۔ البتہ کمالات و برکات کا خاتمہ بلاشبہ محرومی ہوتی مگر روایات سے ثابت ہے کہ امت مرحومہ کے کمالات تمام امتوں سے زیادہ ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو بھی اس امت کے کمالات سن کر

تمنا ہو سکتی ہے کہ وہ بھی اس امت کے ایک فرد ہوتے۔

ایک مغالطہ :ایک مغالطہ یہ ہے کہ ختم نبوت کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ نبوت کی بندش گویا آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو شاید کچھ اور افراد کو نبوت مل جاتی۔ یہ بھی انتہائی جہالت ہے۔ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اس لئے آپ کی آمد ہی اس وقت ہوئی ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کا ایک ایک فرد آچکا تھا۔ اس لئے آپ کی آمد نے نبوت کو بند نہیں کیا بلکہ جب نبوت ختم ہو گئی تو اس کی دلیل بن کر آپ تشریف لائے ہیں اور اس معنی سے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اگر علم ازلی میں کچھ اور افراد کے لئے نبوت مقدر ہوتی تو یقیناً آپ کی آمد کا زمانہ بھی ابھی اور موخر ہو جاتا۔

فاحش غلطی :سب سے زیادہ فاحش غلطی یہ ہے کہ اس پر غور نہیں کیا گیا کہ پہلے ایک نبی کے بعد دوسرا نبی کیوں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی نبوتیں خاص قوم اور خاص زمانہ کے لئے ہوتی تھیں۔ اس لئے ہر نبی کے بعد لا محالہ دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہتی تھی لیکن جب وہ نبی آ گیا جس کی نبوت کسی خطہ کسی قوم اور کسی زمانہ کے ساتھ مفید نہیں تو اب اس کے بعد نبوت کا سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی موجودگی کے زمانہ میں۔

آپ کا دور نبوت دوسرے انبیاء کی طرح ختم نہیں ہوا۔ پس در حقیقت نبوت تو اب بھی باقی ہے اور وہ نبوت باقی ہے جو تمام نبوتوں سے کامل تر ہے۔ ہاں! نبی اور کوئی باقی نہیں۔ رہا جب آپ کی نبوت باقی ہے تو اب جدید نبوت کا سوال خود بخود ختم ہو جاتا ہے:

ہنوز آں ابر رحمت ودرفشاں ست
خم وخمخانہ بامہر نشاں ست

آپ کا تشریف لانا تمام جہان کے لئے رحمت ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ اب خاتم بذات خود تمام جہان کے لئے رحمت بن کر آگیا ہے۔ اتنی بڑی رحمت کہ اس کے بعد کسی اور رحمت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آج تک ہر رسول کے بعد دوسرے رسول کے انکار سے کفر کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ خاتم النبیین کی آمد سے یہ کتنی بڑی رحمت ہوتی کہ اس راستہ سے اب کفر کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ نہ کسی اور رسول کے آنے کا امکان ہے نہ کسی کے انکار سے کفر کا اندیشہ باقی ہے۔

بعثت عام اور ختم نبوت :اگر آپ کی بعثت عام نہ ہوتی اور نبوت ختم ہو جاتی تو آنے والی امت بغیر رسول کے رہ جاتی یہ بجائے رحمت کے ایک اور زحمت ہوتی۔ اس لئے جب نبوت کا ختم ہونا مقدر ہوا تو

آپ کی بعثت کا دامن قیامت تک کے انسانوں پھر پھیلا دیا گیا تاکہ رہتی دنیا تک تمام انسان کامل و اکمل رسالت کے نیچے آجائیں اور کسی دوسرے رسول کے محتاج نہ رہیں اور اگر آپ کی بعثت تو عام ہوتی مگر نبوت ختم نہ ہوتی تو اب آئندہ اگر کوئی اور کامل رسول آتا اور آپ کی بجائے اس کی اتباع لازم ہوتی تو آپ کا ناقص ہونا ثابت ہوتا۔ (العیاذ باللہ) اور اگر کوئی ناقص رسول آتا تو کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کے دامن میں آنا بجائے رحمت کے زحمت بن جاتا۔ اس لئے بعثت عامہ کے بعد نبوت کا ختم ہونا ضروری لازمی ہو گیا۔

ظلی بروزی نبوت کی کوئی قسم نہیں ہے: تاریخ نبوت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو اس میں صرف دو ہی قسم کی نبوتیں ملتی ہیں۔ ایک تشریعی' دوسری غیر تشریعی اور یہ دونوں براہ راست نبوتیں ہیں تو اب نبوت کی ایک اور تیسری قسم (ظلی' بروزی اور بالواسطہ نبوت) کا تراشنا تاریخ نبوت کے خلاف ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایک آیت اور ایک حدیث بھی دستیاب نہیں ہو سکتی جس میں آنے والی امت میں سے کسی کو نبی کہا گیا ہو اور نہ ہی دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا نبی بتلایا جا سکتا ہے جو کسی نبی کے واسطہ اور اس کی اتباع کے صلہ میں انعامی طور پر نبی بنا دیا گیا ہو۔

احادیث میں آنحضرت ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کی نفی کر دی گئی ہے اور کسی تفصیل کے بغیر: "لانبی بعدی" میرے بعد کوئی نبی نہیں کہہ دیا گیا ہے۔ اسی لئے آپ کے بعد مدعی نبوت کو کذاب و دجال کہا جا رہا ہے۔ کسی حدیث سے ظلی بروزی نبوت کی تقسیم ثابت نہیں ہوتی۔ پھر آخر کسی دلیل سے نبوت کی ایک تیسری قسم مان کر اس کو جاری قرار دیا جائے کیا آیت خاتم النبیین کے عموم میں محض اختراعی تقسیم کی وجہ سے تخصیص پیدا کر کے قرآن کریم میں کھلی تحریف کا ارتکاب کر لیا جائے؟۔

فنافی الرسول اور اتباع کی وجہ سے بھی نبوت نہیں مل سکتی

اگر فنافی الرسول اور اتباع رسول کی وجہ سے کسی کو نبوت مل سکتی اور امت میں کوئی ہلکی سے ہلکی نبوت بھی جاری ہوتی تو صدیق اکبرؓ اور علی المرتضیٰؓ کو ضرور اس سے حصہ دیا جاتا مگر حالت یہ ہے کہ شب ہجرت میں حضرت علیؓ آپ کے بستر پر ساری رات آپ کی جگہ قربان ہونے کے شوق میں پڑے ہوئے ہیں۔ صدیق اکبرؓ راستہ کے ہر خطرناک موقع پر سر بکف حاضر ہیں مگر فنافی الرسول کے سمندر کے ان شناوروں کو نبوت کا چھوٹا سا چھوٹا موتی بھی ہاتھ نہیں آیا بلکہ اگر کسی کے متعلق سیاق کلام میں نبوت کا کوئی ادنیٰ احتمال بھی پیدا ہوتا نظر آیا تو اس کو بڑی صفائی سے دور کر دیا گیا اور کسی کے لئے لفظ نبی کی گنجائش نہیں دی گئی۔

اس لئے آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو جب مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا

اور :" اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ ." میں اس علاقہ اور نسبت کا تذکرہ آیا جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان تھا تو :"الا انہ نبوۃ بعدی ." فرما کر اس غلط فہمی میں پڑنے سے امت کو بچالیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت وجانشینی بھی کہیں حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح خلافت نبوت نہ ہو۔

تنبیہ :ایسی حدیثوں میں حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام کی ذات گرامی سے تشبیہ دینا مقصود نہیں ہے اسی لئے :" انت بمنزلة ہارون ." نہیں فرمایا بلکہ اس نسبت اور علاقہ سے تشبیہ مقصود ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے درمیان تھا۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غیبت کے زمانہ میں کوہ طور جاتے ہوئے اپنی قوم کی نگرانی کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا۔اسی طرح اپنی غیبت میں تبوک جاتے ہوئے میں تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ نبی تھے تم نبی نہیں ہو۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت علیؓ کو نبوت ملتی تو وہ یقیناً آپ ﷺ کے اتباع ہی کی بدولت ملتی اور وہ ظلی بروزی نبوت کہلاتی مگر جب اس احتمال کی بھی نفی کردی گئی تو اب اتباع رسول سے نبوت کے ملنے اور ظلی بروزی مجازی کسی طرح کی نبوت کا بھی احتمال باقی نہیں رہا۔

محدث اور مکلم بھی نبی نہیں ہوتے : حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ سے نسبت اخوت تھی اس کے باوجود نبی نہیں بن سکے۔اس نسبت اخوت سے بڑھ کر ابنیت کی نسبت ہے گمان ہو سکتا تھا کہ آپ کا کوئی فرزند ہوتا تو شاید وہ نبی ہو جاتا۔چنانچہ ان کے متعلق حدیث ارشاد ملتا ہے :"لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا ." "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔لیکن جس ذات قدیر وحکیم نے ختم نبوت کو مقدر فرمایا تھا۔اس نے ان کے لئے عالم تقدیر میں اتنی عمر ہی نہیں لکھی کہ ان کی علو استعداد ظاہر ہو سکے اور ختم نبوت سے ٹکرائے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فطرت میں رسول خدا ﷺ کے دامن اقدس سے وابستہ ہو جانے کے بعد کمالات نبوت کا کیسا انعکاس ہوا تھا اور آپ کی فطرت کو نبوت سے کتنی مناسبت تھی۔وہ خود آنحضرت ﷺ کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے سایہ سے شیطان ترساں ولرزاں رہنے لگے تھے اور جس راستہ سے عمرؓ نکل جائیں شیاطین وہ راستہ ہی چلنا چھوڑ دیا کرتے تھے وہ بولتے تھے تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وحی الٰہی ان کی موافقت میں بولتی تھی۔وہ ملہم من اللہ اور محدث امت تھے مگر ان سب اوصاف وکمالات کے باوجود بھی ان کے بارہ میں حدیث میں آیا :" لوکان نبی من بعدی لکان عمر ." "اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا۔اس سے یہ بات اور زیادہ

صاف ہے کہ محدث اور مکلم بھی نبی نہیں ہوتا۔

حضرت عمرؓ کا محدث ہونا اور نبی نہ ہونا دونوں باتیں حدیث سے ثابت ہیں۔ نتیجہ واضح ہے کہ محدث نبی نہیں ہوتا۔ حدیث میں بھی: "من غیران یکو نوا انبیاء، "مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے کہہ کر محدث کے نبی نہ ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔

اب اس پر غور کیا جائے کہ حضرت عمرؓ اگر نبی کہلاتے تو ظاہر ہے کہ مجازی طور پر ہی کہلاتے مگر جب وہ بھی نبی نہیں کہلاتے تو پھر امت میں کسی دوسرے کو نبی کہلانے کا استحقاق اور جواز کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟۔

اگر مبشرات نبوت کا جز ہیں تو کیا ان کو نبوت کہا جا سکتا ہے؟

احادیث میں ایک طرف تو رویا صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں جز کہا گیا ہے۔ دوسری طرف بعض بلند اخلاق کو چھبیسواں جز قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے: "التورة والاقتصاد وحسن السمت من ستة وعشرین جز من النبوة۔ "بر بردباری و متانت، میانہ روی اور اچھی روش نبوت کا چھبیسواں جز ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان اخلاق کی وجہ سے کسی کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ جب چھبیسویں جز کو نبوت نہیں کہا جاتا تو چھیالیسویں جز کو نبوت کیسے کہا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کہ جز ہمیشہ اپنے کل کے مغائر ہوتا ہے۔ دیکھئے یہی کلمات جن کا مجموعہ اذان کہلاتا ہے علیحدہ علیحدہ اذان نہیں کہلاتے۔ عناصر اربعہ انسان کے اجزاء ہیں مگر ان میں سے کسی کو انسان نہیں کہا جاتا۔ مثلاً پانی انسان کا 1/4 حصہ ہے۔ مگر انسان نہیں ہے۔ تو رویا صالحہ نبوت کا چھیالیسواں جز ہو کر نبوت کیسے ہو سکتا ہے؟۔

افادہ: رویا صالحہ نبوت کے حقیقتاً اجزاء نہیں ہیں۔ کیونکہ نبوت کسی ایسی حقیقت مرکبہ کا نام نہیں ہے جس کا تجزیہ و تحلیل ممکن ہو۔ وہ ایک منصب ہے جس کا تعلق صرف خدائی اصطفاء و اجتباء پر موقوف ہے۔ ہاں اس کے کچھ خصائص و لوازم ہیں جو اس کی ماہیت کا جز نہیں ہوتے۔ کیونکہ اصطلاح میں خصائص و اجزاء میں فرق ہوتا ہے مگر اہل عرف کے نزدیک ان خصائص و فضائل ہی کو مجازاً اجزاء کہہ دیا جاتا ہے۔

ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امت کمالات سے محروم ہو گئی

احادیث سے واضح ہے کہ اچھے خواب دیکھنا، الہام اور فرشتوں کے ساتھ مکالمہ امت کا دینی اور دنیوی نظم و نسق قائم رکھنا یہ سب وظائف امت محمدیہ کے محدثین اور خلفاء کی طرف منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کہیں نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو یہ اپنے کمالات و استعداد کے لحاظ سے اس کے اہل تھے کہ انہیں منصب نبوت سے سرفراز کر دیا

جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں بھی استعداد نبوت تو موجود ہے اور انسانی بلند سے بلند کمالات اسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہئے کہ امت کمالات سے محروم ہو گئی ہے۔ بلکہ تمام تر کمالات اور پوری استعداد و لیاقت کے باوصف اب چونکہ عہدہ نبوت پر تقرری کے لئے کوئی جگہ خالی نہیں رہی اور منصب نبوت کا عطا ہونا بند ہو گیا۔ اس لئے اس منصب پر کسی کا تقرر نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ کسی منصب پر تقرر کے لئے ذاتی استعداد اور قابلیت کے علاوہ تقرر کی جگہ کا خالی ہونا بھی شرط ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں نبی نہیں ہوئے اگر اس کی وجہ یہ ہوتی کہ ان حضرات میں اتنی لیاقت واستعداد ہی نہ تھی۔ تو یقیناً یہ اس امت کا نقص شمار ہوتا۔ لیکن اگر تقرر کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے تو اس میں امت محمدیہ کا کوئی قصور نہیں نکلتا۔ یہ بات حکومت کے نظم ونسق کے متعلق ہے کہ وہ کسی عہدہ پر کتنے اشخاص کا تقرر کرنا چاہتی ہے۔

امت محمدیہ کے کمالات اور عظمت: اس سے امت محمدیہ کے کمالات اور عظمت کا اندازہ کرنا چاہئے کہ جن خدمات کے لئے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے جاتے تھے۔ اب اس امت کے علماء اور خلفاء اس کو انجام دیا کریں گے۔ اب غور کیا جائے کہ امت محمدیہ کی ہتک عزت اس میں ہے کہ اسے نااہل قرار دے کر اس میں نبی پیدا کیا جائے۔ یا اس میں کہ اس کے خلفاء وہ خدمات انجام دیں جو پہلے کبھی انبیائے کرام علیہم السلام اور فرمایا کرتے تھے۔

اسلام میں ختم نبوت کے عقیدہ کو بنیادی عقیدہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے غور فرمایا کہ اس عقیدہ کی کس کس طرح حفاظت کی جارہی ہے۔ اگر کہیں ذرا بھی اس بنیادی عقیدہ کو ٹھیس لگتی نظر آتی ہے تو فوراً صفائی کے ساتھ اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے اور معمولی سے ابہام کو بھی اس سلسلہ میں برداشت نہیں کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیثیت:

اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کے متعلق ایک اصولی اور سب سے مقدس عقیدہ یہ ہے کہ اس کی ذات بابرکات امت کے لئے مرضیات الٰہیہ کا نمونہ اور اسوہ حسنہ بنا کر بھیجی جاتی ہے۔ اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ خالق جل وعلا کی نظر میں جتنی پسندیدہ صفات ہیں وہ سب کی سب اس کی ذات گرامی میں جمع کر دی جاتی ہیں اور جتنی صفات ناپسندیدہ ہیں۔ وہ ایک ایک کر کے اس کی ذات عالیہ سے الگ کر دی جاتی ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کے نمونہ کہنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب نمونہ کی پسندیدگی کا معیار ہے۔

حق تعالیٰ نے جہاں اپنی جانب سے اپنی کتاب قرآن کریم دے کر سرفراز فرمایا تھا اس کے ساتھ ہی اس

کتاب کا ایک عملی نمونہ بھی عنایت فرمایا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ لہٰذا جس طرح اللہ کی کتاب ہر قسم کے عیب و نقص سے منزہ ہے اسی طرح اس کا نمونہ بھی ہر عیب و نقص سے مبرا اور پاک و صاف ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ کی طرح صحابہ کرامؓ نے اسوہ رسول اللہ کو بھی اپنا پیشوا بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو اسوہ حسنہ فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے کسی لیت و لعل کے بغیر آپ کو اپنا اسوہ بنالیا۔

اسوہ حسنہ رسول کی عصمت کا دوسرا مدلل عنوان ہے

اللہ تعالیٰ نے جس طرح تبلیغ احکام کے لئے آپ کو اپنا رسول بنا کر خود بھیجا تھا اس طرح آپ کی ذات گرامی کو نمونہ اور اسوہ حسنہ بھی خود ہی بنا کر بھیجا تھا۔ لہٰذا جس طرح آپ کے علوم کی قدرت ضامن تھی اسی طرح آپ کے اعمال و افعال کی بھی قدرت ہی خود نگران تھی اور عصمت رسول کا مفہوم بھی یہی ہے۔ لہٰذا اسوہ حسنہ کو رسول کی عصمت کا دوسرا مدلل عنوان سمجھنا چاہئے۔

اب اگر رسول کے کسی قول و عمل میں معصیت کی گنجائش تسلیم کرلی جائے تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی لازم ہوگی یا رسول کی ذات اسوہ نہ رہے یا معصیت بھی اسوہ کا جزبن جائے اور امتوں کے حق میں معصیت کا یہ عمل بھی مذموم نہ رہے کیونکہ جب وہ معصیت خود قدرت کے نمونہ میں موجود ہوگی تو پھر اس کی اتباع پر امت سے باز پرس کیوں ہوگی۔ یہ دونوں باتیں ایک لمحہ کے لئے بھی قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے یہی بات تسلیم کرنی ہوگی کہ رسول چونکہ معصوم ہوتا ہے اس لئے اس کے کسی عمل پر معصیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس کا ہر ہر عمل نظر ربوبیت میں حسنہ اور نیکی شمار ہوتا ہے اور نیکی بھی وہ جس کو نمونہ کہا جاسکے۔

منکرین حدیث کا عقیدہ: ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا منصب رسالت صرف تبلیغ قرآن پر ختم ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آپ کی حیثیت ایک پوسٹ مین سے زیادہ نہیں تھی۔ (والعیاذ باللہ)

اب ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی کیا حیثیت قرار دی گئی ہے۔ اوپر معلوم ہو چکا کہ منصب رسالت براہ راست خدا کے انتخاب پر موقوف ہے اور یہ کہ رسالت صرف وہبی ہے۔ بندوں کے کسب و اکتساب یعنی عبادات و ریاضات کو اس کے حصول میں کچھ دخل نہیں ہے۔ قدرت رسولوں کا انتخاب خود ہی کرتی ہے۔

قرآن کریم کی واضح آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور رسولوں کی تعلیم و تربیت خود کرتے ہیں۔ وہ ان کو خود پڑھا کر خود ہی یاد بھی کراتے ہیں: ”سنقرئك فلا تنسىٰ الا ماشاء اللّٰہ۔“ ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے بجز اس کے جس کو خدا چاہے۔“ پھر اس وحی کے بیان کی ذمہ داری بھی خود ہی

اٹھاتے ہیں :" ان علینا بیانہ . "اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے عواطف و میلان قلبی کی بھی نگرانی کرتے ہیں اور ان کے عزائم اور افعال قلبی خطرات کی بھی پوری نگرانی کی جاتی ہے۔اس لئے امت ان کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتی ہے :" لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا . "اگر ہم آپ کو تھام نہ لیتے تو کچھ نہ کچھ آپ ان کی طرف جھک چلے تھے۔اس ربانی تعلیم وتربیت 'عصمت اور ہمہ وقت نگرانی کی وجہ سے نبی کی جوبات ہوتی ہے وہ خواہش نفس سے پاک اور صاف ہوتی ہے اور انہیں رائے کی عصمت بھی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہے :" وماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی . "وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو بولتا ہے وہ خدا کی وحی ہوتی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے اور ارشاد ہے :"انا انزلنا علیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ . "ہم نے آپ پر قرآن سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے معاملات میں اس رائے کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے۔رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے کہ مخلوق میں فیصلہ کے لئے اللہ تعالیٰ خود ان میں سمجھ پیدا کردیتا ہے۔یہ رائے کی عصمت انہیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

وماینطق عن الھویٰ کے معنی : منکرین حدیث اس آیت کریمہ کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔حالانکہ یہاں رسول کی صفت نطق کی مطلقاً مدح مقصود ہے تو قرآن پڑھنے کے لئے تمام جگہ تلاوت یا قرات کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔اگر یہاں قرآن مراد ہوتا تو :"وماینطق" کی جگہ :" وما یتلو . "یا :"وما یقراء . "کا لفظ ہونا چاہئے تھا۔منکرین حدیث چونکہ حدیث کے سرے سے مخالف ہیں۔اس لئے وہ رسول کو کسی ایسی صفت کے ساتھ موصوف دیکھنا نہیں چاہتے۔جس کے بعد اس کو عام امراء وحکام سے کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہوجائے۔

اصل یہ ہے کہ رسول اپنی ذات اور تمام صفات میں عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔اس لئے اس کے کان وہ کچھ سنتے ہیں جو عام مخلوق کے کان نہیں سنتے۔اس کی آنکھ وہ دیکھتی ہے جو عام آنکھیں نہیں دیکھتیں۔اسی لئے فرمایا :" انی اریٰ مالاترون . "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔اسی لئے آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس منہ سے حق بات کے سوا کبھی کچھ نہیں نکلتا۔حتیٰ کہ اپنی خوش طبعی کے متعلق بھی فرمایا :" انی لااقول الا حقا . "میں خوش طبعی میں بھی سچی بات کہتا ہوں۔اس لئے فرمایا کہ غصہ اور رضامندی کے ہر حال میں جو میرے منہ سے نکلے سب کچھ لکھ لو۔وہ حق ہی حق ہوگا۔جب اس کے عام نطق کا حال یہ ہے تو جو قرآن اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ صدق وصفا کی کس منزل پر ہوگا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس جگہ قرآن نے آپ کے کسی خاص بات کہنے کے متعلق صفائی پیش نہیں کی۔ یعنی :”وما ینطق بالقرآن ۰ “وغیرہ نہیں فرمایابلکہ مفعول کو حذف کیا ہے۔لہذا ابلاغت کے قاعدہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مفعول مقصود ہی نہیں۔بلکہ صرف آپ کی صفت نطق کی پاکیزگی بتلانا منظور ہے۔ دیکھئے علامہ تفتا زانی کی وہ تقریر جو انہوں نے :”ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ۰ “میں کی ہے۔

ورائے خواہشات نفس سے پاکیزگی اور خطرات کی اس عصمت کی وجہ سے وہ عالم کے لئے مجسم نمونہ عمل بنتے ہیں اور وہ جو بھی کہہ دیتے ہیں سب خواہشات نفس سے پاک اور جو کرتے ہیں وہ سب نیکی ہی نیکی ہوتی۔اس لئے ان کی ہستی آنکھ بند کر کے اتباع کے قابل ہوتی ہے اور کسی کو ان پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوتا :” لقدکان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ ۰ “ہر قوم کے لئے اپنے پیشوا نمونہ ہوتے ہیں۔ تمہارے لئے بہترین نمونہ خدا کا یہ رسول ہے۔

احترام رسول : اتباع کے ساتھ امت پر رسول کا احترام اتنا واجب ہوتا ہے کہ اس کے سامنے آگے بڑھ کر کوئی بات کہنا ممنوع ہوتا ہے :” یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا للہ ۰ “اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے سامنے اونچی آواز سے بولنا اس کو عام انسانوں کی طرح آوازیں دینا حبط عمل کا موجب ہو سکتا ہے۔پڑھئے آیات ذیل :

1.........”یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون ۰ “اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے ایک دوسرے کے سامنے تڑخ کر بولا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو..........۔

2.........” لا تجعلوا دعا الرسول بینکم کدعا بعضکم بعضا ۰ “رسول کو آپس میں اس طرح مت پکارو جیسا ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

3.........” ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ۰ “جو لوگ آپ کو دیوار کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنا جب عمل کو ضائع کرنے کا موجب ہو سکتا ہے تو اس کے احکام کے سامنے اپنی رائے کو مقدم کر دینا اعمال صالحہ کے لئے کیونکر تباہ کن نہ ہوگا۔

اطاعت رسول :رسول ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشاد ہے: ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ، “جو رسول کا کہنا مانے اس نے خدا ہی کا کہنا مانا۔........... آیات بالا سے رسول اللہ ﷺ کی واقعی حیثیت کا علم ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت مطاع اور لازم الاتباع ہے اور اس کی اطاعت خدا تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ رسول جو پڑھ کر سنائیں گے پھر اس کی جو مراد بیان کریں گے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی جو کلمہ زبان سے نکالیں گے وہ خواہشات نفس سے قطعاً پاک ہوگا۔ قرآن میں جو رائے دیں گے وہ بھی خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ان کے دل میں جو خطرات بھی گزریں گے وہ بھی قدرت کی حفاظت کے نیچے رہیں گے۔

اس کے بعد یہ حق کس کو ہو سکتا ہے کہ وہ رسول کے کلام میں اپنی جانب سے یہ تفریق پیدا کردے کہ جو اس نے قرآن کہہ کر سنایا ہے وہ تو واجب الاطاعت ہے۔ لیکن جو اس نے اس کی مراد بتلائی ہے یا اس نے خود فرمایا وہ واجب الاطاعت نہیں بلکہ اس کو شرعی کوئی حیثیت بھی حاصل نہیں۔

رسول بذات خود ایک شرعی منصب ہے۔ وہ آتے ہی اس لئے ہیں کہ دنیا کو ہدایت اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہ دکھلائیں۔ اس لئے اس بارہ میں وہ جو کہتے ہیں وہ سب رب العزت کی رسالت کی حیثیت سے کہتے ہیں۔ جو پہنچاتے ہیں وہ خدا ہی کا حکم ہوتا ہے۔ اگر قرآن کریم پہنچانا رسالت میں داخل ہے تو اس کی مراد بیان کرنا اس کی تفصیلات سمجھانا یا دین کے بارہ میں اپنی ہی جانب سے قرآنی آیات کے ماتحت کچھ اور احکام صادر کرنا رسالت کا جز کیوں نہیں۔

منکرین حدیث کے عقیدہ پر تبصرہ : قرآن کریم کی کسی ایک آیت میں بھی اس طرف کوئی معمولی سا بھی اشارہ نہیں ملتا کہ رسول کی یہ تمام صفات قرآن کے ساتھ خاص ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہی دین کے معاملہ میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہتا ہے تو اس کی حفاظت نہیں کی جاتی اور اس میں خواہش نفس کا دخل ہونے لگتا ہے اور اس وقت ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں رہتی۔ (العیاذ باللہ)

اب ایک طرف آپ ان آیات قرآنیہ کو پڑھئے۔ دوسری طرف منکرین حدیث کا یہ مذکورہ عقیدہ دیکھئے کہ صرف قرآن سنا کر رسالت کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے اعتماد پر قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھ لینے کے بعد اب وہ اور ہم (نعوذ باللہ) برابر ہیں جیسا وہ قرآن سمجھتے ہیں ہم ہی سمجھ لیتے ہیں۔ دین کے معاملات میں ان کی رائے کا وزن وہی ہے جو ہماری رائے کا۔ اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ رسول اپنی زندگی کے طویل و عریض عرصات میں بہت ہی مختصر لمحات کے منصب رسالت پر مامور ہوتا ہے۔ بقیہ زندگی میں اس کی حیثیت پھر وہی ہو جاتی ہے جو عام

انسانوں کی ہے۔ لیکن ان آیات سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کے لئے اتباع اور اطاعت کا حق اور اس کے یہ آداب وعظمتیں کسی وقت کے ساتھ خاص ہیں بلکہ اس کا جو احترام تبلیغ قرآن کے وقت واجب ہے۔ وہی تدبیر مہمات اور فصل خصومات اور امت کے دوسرے نظم ونسق کے وقت واجب ہوتا ہے۔ پس جب اس کا احترام ہمہ وقت واجب ہے تو یہی ماننا پڑے گا کہ وہ ہمہ وقت رسول ہے اور جب ہمہ وقت رسول ہے تو دین کے معاملہ میں اس کا جو حکم ہے۔ وہ ہمہ وقت واجب الاطاعت ہے۔

قرآن کریم میں رسول کی اطاعت

رسول کی اطاعت مستقل حیثیت سے بھی واجب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اطیعواللّٰہ واطیعو ارسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول ۰“ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں حکم کے مالک ہوں (یعنی حکام وغیرہ) پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اسے خدا اور رسول کے سامنے پیش کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتیں واجب فرمائی ہیں۔ دو مستقل اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقل واجب کی گئی ہے اور اولی الامر کی تیسری اطاعت ان دونوں اطاعتوں کے ماتحت درج کردی گئی ہے۔ اسی لئے بھی پہلی دو اطاعتوں کے لئے لفظ اطیعو فرمانبرداری کو استعمال کیا گیا ہے اور تیسری اطاعت کے لئے جداگانہ امر نہیں فرمایا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح ایک مستقل حیثیت بھی رکھتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت ان اطاعتوں کی طرح مستقل حیثیت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے حکم کے بعد صحابہ نے کبھی آپ سے اس پر قرآن سے دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہو۔ اس کے برخلاف اماموں کو ہمیشہ اپنی اطاعت کے لئے قرآن وحدیث کے پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ ان کو اپنے قول سے رجوع بھی کرنا پڑتا ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآنی امر میں تشریعی حیثیت کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں رسول کی اطاعت بھی صرف تشریعی حیثیت سے واجب ہوگی نہ کسی اور حیثیت سے۔

اطاعت رسول کے مستقل ہونے کا مطلب

یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم ماننا چاہئے خواہ اس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہوسکے یا نہ ہوسکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآن میں موجود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف ہی نہیں بنایا کہ اس کی اصل کتاب اللہ میں تلاش کی جائے اور اولوالامر کی اطاعت اس

طرح واجب نہیں ہے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت ہے اس لئے جب تک وہ احکام خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق حکم دیں ان کی اطاعت کی جائے گی اور جب ان کا خلاف کریں واجب الاطاعت نہ رہیں گے۔ صحیح حدیث میں ہے: ” لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ۔ “خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے: ”انما الطاعة فی المعروف ۔ “اطاعت صرف نیکی میں کرنی چاہیے۔ اس بیان سے اطاعت رسول کے مستقل اور اولوالامر کی اطاعت کے غیر مستقل ہونے کا مفہوم واضح ہو گیا۔ اگر رسول کی اطاعت صرف ان احکام تک ہی محدود رہے جو قرآن کریم میں بھی صاف صاف موجود ہیں تو پھر: ” واطیعوا الرسول ۔ “کی آیت کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہتا: ” اطیعو اللّٰہ واطیعوا الرسول ۔ “اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ کی آیت یہ چاہتی ہے کہ خدا کے نزدیک رسول کی اطاعت بھی ایک مستقل لا ہے۔

منکرین حدیث کو مغالطہ: یہاں منکرین حدیث کو بڑا مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ وہ دو اطاعتوں کی وجہ سے یہ سمجھ گئے ہیں کہ مطاع بھی دو بن گئے۔ اس لئے یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ دو اطاعتوں کے واجب ہونے کی وجہ سے مطاع دو نہیں بنتے۔ دراصل مطاع دونوں جگہ خدا ہی کی ذات رہتی ہے۔ رسول کی اطاعت میں یہ سمجھنا کہ مطاع خدا کی ذات پاک نہیں ہوتی۔ بڑی غلط فہمی اور قرآن کریم سے ناواقفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ” من یطع الرسول فقد اطاع للّٰہ ۔ “جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا ہی کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت کی صورت میں بھی مطاع خدا ہی کی ذات رہتی ہے۔ پس اطاعت کے تعدد سے مطاع میں تعدد نہ سمجھنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کا بیان اس لحاظ سے کہ اس تفصیل سے قرآن مجید میں مذکور نہیں ہوتا۔ ایک مستقل حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور اس اعتبار سے یہاں مطاع بظاہر رسول کی ذات معلوم ہوتی ہے اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ یہ تمام تفصیل بعینہ قرآن کے اجمال کی مراد ہوتی ہے تو اس کی حیثیت کوئی مستقل حیثیت نہیں رہتی اور یہاں بھی اصل مطاع خدا ہی کی ذات ہو جاتی ہے۔ اس لئے احادیث رسول پر عمل کرنے والا بلحاظ بیان تو رسول کا مطیع کہلاتا ہے اور بلحاظ مراد خدا ہی کا مطیع ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والا خدا کے الفاظ پر بھی عمل کرتا ہے اور حدیث پر عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی مراد پر عمل کرتا ہے۔ اس بنا پر اطاعتیں اگرچہ دو نظر آتی ہیں مگر مطاع درحقیقت ایک ہی رہتا ہے۔

پیچیدہ مسئلہ کا حل: درحقیقت یہ مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ تھا کہ ایک طرف اسلام کی نازک توحید خدا ہی کی اطاعت اور اسی کی محبت کا مطالبہ کرتی ہے اور دوسری طرف وہ اپنے رسول کی محبت و اطاعت کا بھی حکم دیتی ہے۔ قرآن کریم نے بتایا کہ نسبت رسالت کے بعد نبی کی ہستی درمیان میں صرف واسطہ ہوتی ہے۔ پھر اس کی

اطاعت ومحبت خدا ہی کی محبت واطاعت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ” من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ۔“ یعنی اصل حکم برداری تو خدا ہی کی چاہیے۔ ظاہری سطح میں رسول کی اطاعت گو اس کے خلاف نظر آئے۔ مگر حقیقت میں وہ خدا ہی کی حکم برداری ہوتی ہے۔ بلکہ رسول کی اطاعت ومحبت کے بغیر خدا کی محبت واطاعت کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

امام کی اطاعت کو بعینہ خدااور رسول کی اطاعت نہیں کہا جاسکتا: رسول کی اطاعت چونکہ خدا تعالیٰ کے بیان اور اس کی ارادہ اس کی وحی کے بعد ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بعینہ خدا کی اطاعت کہا گیا ہے۔ امام پر نہ وحی آتی ہے نہ خدا کی طرف سے اس کی صواب رسی کی کوئی ضمانت دی گئی۔ وہ جو حکم دیتا ہے اپنے صوابدید اپنی فہم اپنے علم کے مطابق دیتا ہے۔ اس لئے امام کی اطاعت کو بعینہ خدا اور رسول کی اطاعت کہنا بھی غلط ہے اور اس لئے منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے قرآن میں امام وقت کی اطاعت مراد لی گئی ہے۔ سب سے بڑھ کر قرآن کریم کی تحریف ہے۔

اس کے علاوہ امام سے ہر امام مراد ہو تو فاسق امام کی اطاعت کو بھی اللہ ورسول کی اطاعت کہا جا سکے گا اور اگر خاص صالح امام مراد لیا جائے تو خلفاء راشدین کے بعد تیرہ سو سال میں خدا اور رسول کی اطاعت کا مصداق ہی شاذ ونادر ہوگا۔ پھر جس دور میں مسلمانوں کا کوئی امام ہی نہ رہے۔ اس میں لازم آئے گا کہ خدا اور رسول کی اطاعت کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے اور: ” اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول ۔ “کا نظام معطل پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور نجات کا راستہ صرف اطاعت خدا اور رسول میں منحصر ہے۔ اب اگر اس اطاعت سے مراد امام کی اطاعت ہو تو یقیناً تیرہ سو سالوں میں اماموں کی بڑی تعداد ایسی ہی ہے جن کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کہا جاسکتا۔ منکرین حدیث کے مطابق لازم آتا ہے کہ اس عام دور میں مسلمانوں کے لئے راہ نجات وہدایت مسدود ہو اور مسلمانوں کے پاس اپنے باہمی نزاعات رفع کرنے کی کوئی صورت ہی موجود نہ ہو۔ گویا دین اسلام ایک ایسا آئین ہو جس پر عمل کرنا دنیا کی طاقت سے باہر ہو۔

☆......☆......☆

تحریر: مولانا اللہ وسایا

بکھرے موتی

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ قبیلہ دوس کے رئیس تھے۔ جو یمن کے ایک گوشہ میں آباد تھا اور بہت طاقت ور تھا۔ یہ شعر و سخن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ شعراء اس زمانہ میں نہایت ہی عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ یہ مکہ مکرمہ گئے تو ابو جہل نے پیش بندی کے طور پر ان کو روک دیا کہ حضور علیہ السلام کے پاس نہ جانا۔ اس کی باتیں جادو کی سی ہیں۔ کہیں تم گرویدہ نہ ہو جاؤ۔ طفیل فرماتے ہیں کہ میں ان کے پروپیگنڈہ سے اتنا دہشت زدہ ہوا کہ کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں سر راہ ملاقات ہو تو کوئی بات ان کی کان میں نہ پڑے۔ حرم میں دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں شاعر ہوں۔ اچھے برے کلام کو سمجھتا ہوں۔ اتنی بھی کیا بات ہے کہ وہ مجھ پر جادو کر لیں گے۔ میں نے قرآن مجید سنا' قرآن کی دلاویزی' حجازی لہجہ' نبوت کی زبان' کعبہ کا ماحول' میں تو گرویدہ ہو گیا۔ آپؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ قریشیوں کے پروپیگنڈہ اور اپنے دہشت زدہ ہونے کی تفصیل عرض کر کے گزارش کہ مجھے اسلام کی تلقین کریں۔ آپؐ نے ضروری باتیں فرمائیں۔ فوراً مسلمان ہو گئے۔ گھر کے افراد کو مسلمان کیا۔ قوم کو تبلیغ کی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ مکہ میں دوبارہ آپؐ سے صورت حال عرض کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ لوگ جوق در جوق اسلامی برادری میں شامل ہوئے۔ آپؐ نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت طفیل اپنی برادری ستر اسی مسلمان گھرانوں کو لے کر مدینۃ الرسول میں پہنچے۔ آپؐ نے عنایات کی بارش کر دی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ

آپؐ نے نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں فرمایا کہ جو کوئی ہجرت کرنا چاہتا ہے حبشہ چلا جائے۔ حبشہ کا بادشاہ عیسائی ہونے کے باوجود عادل نیک سرشت تھا۔ لوگ اس کی عملداری میں خوشحال تھے۔ یہ کہ حبشہ تجارت گاہ تھا۔ آپؐ کی اجازت پاتے ہی بارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ یہ مقدس جماعت جو راہ خدا میں غریب الوطن ہوئی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱)...... حضرت عثمان بن مظعون۔ (۲)...... حضرت عثمان بن عفان۔ (۳)......ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہؐ۔ (۴)...... آنحضرتؐ کے پھوپھیرے بھائی حضرت زبیر بن عوام۔ (۵)...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ (۶)...... حضرت مصعب بن عمیر۔ (۷)...... حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی۔ (۸)......ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت امیہ بن مغیرہ۔ (جو حضرت ابو سلمہ کے وصال کے بعد آپؐ کی زوجیت میں آئیں اور ام المومنین کا شرف پایا) (۹)......امیر معاویہ کے ماموں ابو حذیفہ بن عتبہ۔ (۱۰)......اور ان کی اہلیہ سہلہ بنت سہیل۔ (۱۱)...... حضرت عامر بن ربیعہ عنزی۔ (۱۲)......ان کی اہلیہ لیلہ بنت ابی حشمہ۔ (۱۳)...... حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم عامری۔ (۱۴)...... حضرت سہیل بن بیضاء۔ (۱۵)...... حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود۔ (۱۶)...... حضرت عبداللہ بن مسعود۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت عثمانؓ کی ہجرت

یہ سب حضرات ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے نکلے۔ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ کے ساتھ نکلے۔ آپؐ نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔ (مستدرک)

حسن اتفاق کہ ان تمام حضرات کے بندرگاہ شعیبہ پر جمع ہوتے ہی دو تجارتی جہاز حبشہ جانے کے لئے بندرگاہ پر تیار مل گئے۔ معمولی کرایہ پر ان کو سوار کر لیا۔ جہازوں کی روانگی کے بعد قریش کو معلوم ہوا تعاقب کر کے بندرگاہ پر گئے تو یہ جا چکے تھے۔ قریش بہت سٹ پٹائے۔ آج کل جدہ کی بندرگاہ ہے پہلے شعیبہ کی بندرگاہ تھی۔ جدہ بندرگاہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ میں قائم ہوئی۔

حبشہ سے مکہ واپسی

نبوت کے پانچویں سال رجب میں یہ حضرات حبشہ گئے۔ بہت اچھا وقت گزر رہا تھا کسی نے طلاع دی کہ مکہ کے تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب مکہ میں مسلمانوں کے لئے امن ہے۔ مادر وطن کی محبت 'نبوت کی حاضر باشی کے جذبہ سے بھاگم بھاگ تین مہینہ بعد شوال میں واپس آ گئے۔ حالانکہ یہ اطلاع غلط تھی۔ اب دہری مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ (دوبارہ پھر ہجرت حبشہ کا مرحلہ آیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔)

لبید بن ربیعہؓ

یہ عرب کے ممتاز شعراء میں سے تھے۔ غالباً آپؐ کے مدینہ منورہ جانے کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہوں

نے ایک سو پچاس سال عمر پائی۔ نوے سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ پچپن سال اسلام کی سعادت سے زندگی گزاری۔ یہ قبیلہ بنو کلاب کے چشم وچراغ تھے۔ ۹ ہجری میں جب ان کے قبیلہ کا تیرہ رؤسا کا وفد مدینہ طیبہ آیا تو یہ ساتھ تھے۔ حضرت ضحاک بن سفیانؓ کی تحریک پر مسلمان ہوئے۔ آپؐ کے وصال سے ایک سال پہلے مدینہ حاضر ہوئے۔ آپؐ کے وصال کے بعد کوفہ چلے گئے بقیہ عمر عزیز وہاں گزاری۔ شعر کہنے میں ان کا کتنا مقام تھا ایک مرتبہ فرزدق شاعر کوفہ گیا ایک مسجد کے باہر ایک شخص کھڑا لبید کا شعر پڑھ رہا تھا۔ فرزدق یہ شعر سن کر سجدہ ریز ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ سجدہ کیسا؟۔ انہوں نے کہا کہ سجدہ قرآن تو تم جانتے ہو یہ سجدہ شعر ہے۔ قبول اسلام کے بعد شعر کہنا ترک کر دیا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ گورنر کوفہ کو لکھا کہ لبیدؓ نے اسلام قبول کرنے پر جو شعر کہے ہوں وہ سب جمع کر کے مجھے بھجوا دیں۔ گورنر نے امیر المومنینؓ کی خواہش کا لبیدؓ سے تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بدلہ میں سورۃ بقرہ وآل عمران عنایت کی ہے۔ اس لئے شعر کہنا قطعاً چھوڑ دیا۔ فاروق اعظمؓ کو یہ اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے اور اس خوشی میں ان کے سالانہ وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حالت اسلام میں صرف ایک شعر کے علاوہ کوئی شعر نہیں کہا۔ وہ یہ ہے:

الحمد للّٰہ اذلم یاتنی اجلی

حتی لسبت من الاسلام سر بالا

(اس نعمت پر خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اس وقت تک موت سے ہمکنار نہ ہوا جب تک ردائے اسلام زیب تن نہ کر لی۔)

ابوجہل کی گھبراہٹ

ایک سوداگر اونٹ مکہ لے کر آیا ابوجہل نے اونٹ خریدے مگر قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ سوداگر مکہ کے سرداروں کے پاس حرم میں گیا انہوں نے دل لگی اور مذاق کیا کہ وہ دیکھو جو شخصیت نماز پڑھ رہی ہے ان کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد کریں گے۔ ابوجہل ان کی بات نہیں ٹالے گا وہ ناواقف تھا۔ آپؐ نماز سے فارغ ہوئے اس نے اپنی پریشانی ذکر کی۔ آپؐ نے حامی بھر لی اور اس کے ساتھ ابوجہل کے ہاں چل دیئے۔ کفار مکہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ پیچھے سے ایک آدمی حقیقت حال جاننے کے لئے بھیج دیا۔ آپؐ نے ابوجہل کے دروازہ پر دستک دی اس نے پوچھا کون آپؐ نے اپنا نام بتا دیا۔ باہر آیا تو تھر تھر کانپ رہا ہے۔ مارے خوف کے رنگ فق ہے۔ فوراً الٹے پاؤں گیا اور رقم لا کر سوداگر کو دے دی۔ مکہ کے کافروں کو اطلاع ہوئی تو ابوجہل کو لعن طعن کی۔ اس نے کہا کہ آپؐ کی آمد پر اتنا دہشت زدہ ہوا کہ انکار کی ہمت نہ رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کی آمد پر میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ نے گردن بڑھائی

اتنی بڑی اور اونٹ کی گردن پہلے نہ دیکھی تھی۔ اگر میں اسی وقت آپ کو انکار کرتا تو اونٹ مجھے کھا جاتا۔

سیاہ سانپ

نضر بن حارث نے دوپہر کے وقت آپ کو جون کی گھاٹی میں تن تنہا پاکر تلوار سونت کر آپ کا تعاقب کیا لیکن الٹے پاؤں دوڑا۔ ہانپتے کانپتے کو ابو جہل مل گیا۔ پریشانی کا پوچھا تو نضر بن حارث نے کہا کہ میں آپؐ کے تعاقب میں گیا تو بہت سارے کالے سانپ منہ کھولے میرے پیچھے دوڑے۔ میں پریشان ہو کر جان بچا کے دوڑ کر آرہا ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ یہ بھی آپ کی شعبدہ بازی کا ایک کرشمہ ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت خبابؓ

حضرت خباب بن ارتؓ صحابی لوہار کا کام کرتے تھے۔ عاص بن وائل نے رقم دینی تھی۔ مطالبہ کیا تو عاص بن وائل نے کہا کہ تم محمد عربی کو چھوڑ دو رقم لے لو۔ انہوں نے فرمایا کہ تو مر کر بھی زندہ ہو جائے تب بھی میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس نے کہا کہ مر کر بھی زندہ ہونا ہے کیا؟۔ کفار مکہ دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مر کر اجزائے متفرقہ کیسے جمع ہوں گے۔ جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وقت موعود پر اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو فنا کردیں گے پھر ذی روح کے اجزائے متفرقہ جو مٹی یا پانی میں مل گئے ہیں ترتیب دے کر اسی طرح دوبارہ شکل وصورت بخشے گا جس طرح سونے چاندی کا کشتہ مای ءالحیات کے ذریعہ زندہ کیا جائے تو دوبارہ سونا و چاندی بن جاتا ہے۔ اس کا خاکستر پن بدرنگی وغیرہ تمام مردہ صفات زائل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں وقوع بعث کا یقین انبیاء صادقین کی تعلیمات سے حاصل ہوا ہے۔ ایسی صادق القول اور راست باز جماعت جن کا کذب پر جمع ہونا عقلاً محال ہے۔

آپؐ کے فرزند کی رحلت

سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ قاسم ان کا بعثت سے قبل وصال ہو گیا۔ دوسرے صاحبزادے عبداللہ تھے۔ (جن کو طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے) ان کا وصال اس وقت ہوا جب آپؐ پر کفار مکہ کا ظلم و ستم زوروں پر تھا۔ کفار نے آپ کو مقطوع النسل کا طعنہ دیا۔ جواب میں سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ یہ طعنہ دینے والوں کا نام و نشان نہ رہے گا۔ آپؐ کے نام و نبوت کے ابد الآباد تک ڈنکے بجیں گے۔

قریش یہود کی چوکھٹ پر

قریش کا وفد یہود کے علماء کے پاس گیا کہ ہمارے ہاں آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہود کے عالم عبداللہ بن سلامؓ نے تین سوال بتائے۔(۱)..... اصحاب کہف کون تھے۔(۲)..... ذوالقرنین جس نے زمین کے مشرق و مغرب کی سیر کی کون تھے۔(۳)..... روح کے متعلق سوال کرو۔ اگر ان کے صحیح جواب دے دیں تو وہ نبی برحق ہیں۔ کفار مکہ نے سوال کئے۔ آپؐ نے فرمایا کل جواب دوں گا۔ انشاء اللہ! کہنا بھول گئے۔ پندرہ دن کے بعد (یا کم و بیش) جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپؐ نے فرمایا اب کے بار دیر لگادی۔ انہوں نے فرمایا! اپنے بس یا مرضی سے وحی لانا اختیار میں نہیں۔ حکم الٰہی کا پابند ہوں۔ آئندہ آپؐ کسی سے وعدہ کریں یا بات کریں انشاء اللہ! ضرور فرمایا کریں۔ سورۃ کہف اتری۔ ان تینوں سوالوں کا جواب اس میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ عبداللہ بن سلامؓ مسلمان ہو گئے مگر یہود پر حرماں نصیبی طاری رہی۔ اسی طرح ایک بار یہودیوں نے آپؐ سے براہ راست سوال کیا کہ :

(۱)..........اس پیغمبر کا حال بتایئے جو شام کے تھے۔ بیٹے کی جدائی میں نابینا ہو گئے تھے۔

(۲)..........یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر میں کیوں کر پہنچی۔

اس کے جواب میں سورۃ یوسف نازل ہوئی۔

ابن ام مکتومؓ : یہ ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے عمرو اور بعض نے عبداللہ لکھا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کا نام حصین تھا۔ آنحضرتؐ نے عبداللہ کے نام سے موسوم کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے سب سے پہلے ہجرت دو حضرات نے کی۔ ایک ابن ام مکتومؓ اور دوسرے مصعب بن عمیرؓ۔ حضرت ابن ام مکتوم کو سیدنا بلالؓ کی طرح آپؐ کے موذن ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ سورۃ عبس ان کی وجہ سے نازل ہوئی۔ بعد میں جب تشریف لاتے آپؐ بہت ہی اعزاز و اکرام سے مشرف فرماتے۔ آپؐ کی مدینہ طیبہ سے غیر حاضری پر تیرہ مرتبہ یہ آپؐ کے قائم مقام نماز پڑھاتے رہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ولید بن مغیرہ کی شقاوت

ایک بار قبیلہ بنو مخزوم کے لوگوں نے مشورہ کے ساتھ فیصلہ کیا کہ آپؐ کا معاذاللہ چراغ زندگی گل کر دیا جائے۔ ابوجہل و ولید اس کے محرک تھے۔ ولید نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لی۔ ولید وہاں آیا جہاں آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ آپؐ کی آواز تو سنتا تھا مگر آپؐ کو دیکھ نہ پاتا تھا۔ اس نے قرات کا اندازہ کر کے خلا میں تلوار بھی چلائی لیکن تمام کوشش ناکام رہی۔ واپس آکر ہمراہیوں کو یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا

انہوں نے اسے ولید کی بزدلی پر محمول کیا کہ اس نے از خود یہ بات گھڑ لی ہے۔ چنانچہ وہ سب مل کر آئے۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ کی آواز انہوں نے پیچھے سنی اس طرف گئے تو آواز دوسری طرف سے ادھر گئے تو آواز اور سمت سے آئی۔ وہ حیران وسرگردان مردود ہوکر واپس ہوئے۔ سورۃ یاسین کی آیات :" وجعلنا من بين ايديهم ومن خلفهم سرأ فاغشينهم فهم لا يبصرون ."کا منظر تھا۔

اسلام میں توحید پر پہلی عام تقریر

جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس ہوگئی تو صدیق اکبرؓ نے آپؐ سے استدعا کی کہ کفار تو علی الاعلان اپنے کفر کا اعلان کریں اور ہم توحید کا اعلانیہ پرچار نہ کر سکیں مجھے اجازت دیں میں کفار کے سامنے اعلانیہ توحید کا خطبہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا ابھی نہیں۔ صدیق اکبرؓ نے اصرار کیا تو آپؐ نے ان کے جمع خاطر کے لئے اجازت دے دی۔ صدیق اکبرؓ نے مسجد حرام میں اعلانیہ توحید پر تقریر کی۔ یہ اسلام کی تاریخ میں توحید پر پہلی عام تقریر تھی۔ بھلا کفار مکہ کو کب ہضم ہوتی سب آتش پاء ہوکر صدیق اکبرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہوئے۔ آپ کے خاندان بنو تمیم نے آکر جان بچائی اٹھا کر گھر لائے۔ شام تک بے ہوش رہے۔ شام کو جب ہوش آیا تو پہلی بات یہ پوچھی کہ آپؐ کا کیا حال ہے۔ برادری کے لوگ غصہ ہوئے کہ آپؐ کی وجہ سے تمہیں مار پڑی تمہارے جانبر ہونے کی توقع نہ تھی۔ ہوش آیا تو پھر وہی پہلی ڈگر۔ یہ کہہ کر غصہ سے چلے گئے۔ والدہ گھر پر تھیں۔ انہوں نے بہت سمجھایا آپ نے فرمایا اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں نہ پیوں گا جب تک آپؐ کی خبر معلوم نہ ہو۔ والدہ نے لاعلمی ظاہر کی۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ام جمیلؓ سے پوچھ کر آئیں۔ ام جمیلؓ اپنے ایمان کو صدیق اکبرؓ کی والدہ پر مخفی رکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپؐ کا معلوم نہیں۔ لیکن آپ کے بیٹے ابوبکرؓ کی عیادت کو چلتی ہوں۔ بڑی رازداری سے آکر صدیق اکبرؓ کے کان میں کہا کہ آپؐ خیریت سے ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک آپؐ کی زیارت نہ کرلوں۔ والدہ سہارا دے کر آپؐ کی خدمت میں لائیں۔ صدیق اکبرؓ آپؐ کو دیکھتے ہی قدموں میں گر پڑے۔ آپؐ اور صحابہ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کی یہ حالت دیکھی تو برداشت نہ ہوا سب پر رقت طاری ہوگئی۔ صدیق اکبرؓ نے درخواست کی کہ میری والدہ کی ہدایت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے دعا فرمائی تو وہ اسی وقت قبول اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔ آپ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر تمیمہ تھا۔ ام الخیر ان کی کنیت تھی۔ وہ کنیت سے ہی مشہور ہوئیں۔ صدیق اکبرؓ کا جب وصال ہوا تو والدہ ام الخیرؓ اور عثمانؓ بن ابوقحافہؓ والد گرامی دونوں زندہ تھے۔

غلبہ اسلام کی پیشگوئی

آپؐ مسجد حرام میں تشریف لائے حسب عادت مشرکین مکہ نے پھبتیاں کسیں۔ آپؐ ان کے پاس چلے گئے اور وضاحت و صراحت اعتماد و یقین کے ساتھ فرمایا کہ آج تم میرا مذاق اڑاتے ہو تکلیفیں دیتے ہو لیکن یاد رکھو وہ ساعت قریب آرہی ہے جبکہ قریش میں ایک شخص ایسا نہ مل سکے گا جو میرا پیرو نہ ہوگا اور آج دین کی سچائی سے لوگوں کو انکار ہے کل کو اسی کی اتباع مایہ صد افتخار و ناز ہوگا اور ابو جہل سے فرمایا وہ وقت دور نہیں جب تم تھوڑا ہنسو گے زیادہ روؤ گے۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی جبکہ اعداد کا ظلم و تعدی زوروں پر تھا۔ آپؐ اور آپؐ کے پیرو عالم بے بسی میں دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ لیکن دس سال بعد فتح مکہ کے دن اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر پورا عالم گواہ ہے۔ (صدق اللہ وصدق رسول اللہؐ)

پیغمبر اسلام اور اسلام کے آٹھ بڑے دشمن

(۱)......ابو جہل۔ (۲)......عقبہ بن ابی معیط ۔(۳)......ابو لہب۔ (۴)......امیہ بن خلف۔ (۵)...... ولید بن مغیرہ۔ (۶)......عاص بن وائل۔ (۷)......ابو سفیان بن حرب۔ (۸)......عتبہ بن ربیعہ ۔

نمبر ۱ :ابو جہل.........ابو جہل بن ہشام سب سے زیادہ خوفناک دشمن تھا۔ اس کی نسبت آپؐ نے فرمایا کہ یہ اس امت کا فرعون ہے۔ یہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ اس کا فرزند حضرت عکرمہ اور اس کی بیٹی اور اس کے دو بھائی سلمہ بن ہشام اور حارث بن ہشام مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم) حضرت عکرمہؓ نے بڑی بڑی اسلامی خدمات انجام دیں۔ جنگ یرموک میں شہادت کا رتبہ پایا۔ حضرت حارث بن ہشامؓ فضلائے صحابہ میں تھے۔ ۱۵ ہجری میں تسخیر شام شامل ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔

نمبر ۲ :عقبہ.........عقبہ بن معیط خود تو بدر میں ہلاک ہوا۔ اس کا بیٹا ولید اور بیٹی ام کلثوم سعادت ایمانی سے سرفراز ہوئے۔ ام کلثوم بھائی سے پہلے مسلمان ہوئی۔ تن تنہا مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

نمبر ۳ :ابو لہب.........ابو لہب بدر میں ہلاک ہوا۔ اس کے دو بیٹے عتبہ' معتب اور دو لڑکیاں سبیعہ اور درہ نے اسلام قبول کیا۔

نمبر ۴ :امیہ.........امیہ بن خلف خود بدر میں ہلاک ہوا۔ ان کے بیٹے صفوان نے اسلام کی سعادت حاصل کی۔

نمبر ۵ :ولید.........ولید بن مغیرہ کے دونوں بیٹے ولید بن ولید' اور خالد بن ولید (سیف اللہ) نے

سعادت اسلام حاصل کی۔

نمبر۶ : عاص بن وائل.......... کے لڑکے حضرت ہشام بن عاص اور عمرو بن عاص فاتح مصر نے اسلام کی سعادت حاصل کی۔

نمبر۷ : ابوسفیان.......... خود اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ خود جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے سیدنا امیر معاویہ دوسرے صاحبزادے یزید بن ابی سفیان' بیٹی جویریہ اور بیوی ہندہ سب نے اسلام کی سعادت حاصل کی۔

نمبر۸ : عتبہ.......... عتبہ بن ربیعہ خود بدر میں ہلاک ہوا۔ ان کے بیٹے حضرت ابو حذیفہ نے اسلام قبول کیا۔ باپ کی زندگی میں ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم)

آپ ؐ نے جو اعلائے دین کو عدم قبول اسلام کی شکل میں عذاب سے متنبہ فرمایا وہ غزوہ بدر میں پورا ہوا۔ باقی پوری قوم فتح مکہ میں اسلام لائی۔ آپ ؐ نے فرمایا اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ثمود و عاد کی طرح حشر ہوگا۔ قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام سے معجزہ مانگا تھا کہ پہاڑ کے سینہ کو چیر کر ہمارے سامنے اونٹنی نمودار ہو۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ اسے قرآن مجید نے ناقۃ اللہ کہا۔ یہاں اضافت تشریفی ہے۔ جیسے بیت اللہ کی اضافت تشریفی ہے۔ ورنہ خدا کی سب مخلوق ہے۔ وہ گھر بار بیت واہل بیت سے پاک ہے۔

رومیوں کی فتح کی خوشخبری

رومی اہل کتاب تھے۔ ایرانی آگ پرست مجوسی تھے۔ مسلمانوں کو فطرتاً اہل کتاب سے اور مشرکین مکہ کو مشرکین ایران سے انس تھا۔ ایران نے روم پر چڑھائی کی۔ دو لاکھ ستر ہزار رومیوں کو تہ تیغ یا قیدی بنایا۔ مشرکین اس پر بہت خوش ہوئے۔ آپ ؐ پر قرآن مجید کی سورۃ "روم" نازل ہوئی۔ ابتدائی آیات میں چند سالوں میں روم کی فتح کی خبر دی گئی۔ مشرکین مکہ نے اس پر استہزاء کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے قرآنی وحی کے یقین پر شرط لگائی۔ ابی بن خلف سے سو اونٹ پر شرط لگی۔ (اس وقت دو طرفہ شرط کی ممانعت نہ تھی۔) اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ ۹ سال میں رومی فتح یاب ہوئے۔ ایرانی اپنی تمام سطوت و قہرمانیت کے باوجود مغلوب ہوئے۔ (ایران و روم کے معرکہ کی تفصیل اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں گے۔) جس دن بدر کے مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اسی دن رومیوں کے فتح کی خبر مدینہ منورہ میں موصول ہوئی۔

وفا شعاری کے دو نادر نمونے

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی

بہر حال یہاں سوچنے کی بات نہ حجاج کی موت ہے اور نہ لرزہ بر اندام کرنے والی اس کی بیماری۔ بجائے خود ان کی حیثیت بھی کچھ ہو لیکن بروں کے ساتھ اچھوں کو بھی مرنا ہی پڑتا ہے۔ امراض کے شکار سب ہی ہوتے ہیں۔ نیک ہو یا بد اور کیسے کیسے امراض، کیسی کیسی بیماریاں کتابوں میں پڑھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی جن سے بالاتفاق لوگوں نے لکھا ہے ملائکہ مصافحہ کرتے اور سلام کیا کرتے تھے۔ نام ان کا عمران بن حصینؓ تھا۔ بصرہ کے دینی علوم کے ایک بڑے اہم سرچشموں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہاں کے قاضی بھی تھے لیکن مہینہ دو مہینے نہیں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ:

"سقی بطنه فبقی ثلاثین سنة علیٰ سریر منقوب، ص۲۸۲" یعنی استسقاء کے مرض میں مبتلا تھے۔ اسی لئے تیس سال تک ایسے کھاٹ پر رہے جو بیچ سے کاٹ دیا گیا تھا۔

الذہبی نے لکھا ہے کہ ان کو بواسیر کا مرض بھی تھا۔ (تذکرہ الحفاظ) غالباً خونی بواسیر تھا۔ خون بہتا رہتا تھا۔ ان کے حال کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ ان کے خاص شاگرد مطرف نے ان سے کہا:

"آپ جس حال میں رہتے ہیں مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اسی لئے عیادت و مزاج پرسی کی ہمت بہت کم ہوتی ہے۔"

مگر باوجود ان تمام باتوں کے ان ہی مطرف (اپنے شاگرد سے) خود حضرت عمران فرماتے تھے:

"میاں! ایسا نہ کیا کرو۔ میرا یہ حال خود مجھے بھی محبوب ہے اور میرے مالک کو بھی پسند ہے۔" (صفوۃ الصفوۃ ص۲۸۳ ج۱)

صحابہ کے دیکھنے والوں میں ایک بڑے نامی بزرگ ابو قلابہ نامی گزرے ہیں۔ علم حدیث کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ حکومت قاضی بننے پر اصرار کرتی رہی لیکن اس عہدے کے قبول کرنے سے عمر بھر گریز ہی کرتے رہے۔ غیر معمولی فضائل و کمالات سے معمور تھے۔ آخر عمر میں بیمار پڑے۔ اس کا تو علم نہ ہو سکا کہ مرض

کیا تھا لیکن الذہبی کا بیان ہے :

”مات بعرش مصر سنة اربع ومائة وقد ذهبت يداه ورجلاه وبصره وهومع ذالك حامد شاكر، ص۸۹“ عرش (علاقہ مصر) میں آپ کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں غائب ہو چکے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی مگر اس حال میں بھی وہ خدا کے شکر گزار تھے۔

ابن سعد وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابو قلابہ کی مزاج پرسی کو عمر بن عبدالعزیز خلیفہ اور ابوالعالیہ جیسے اکابر آتے۔ ان کو اس حال میں دیکھتے تو کہتے :

”ابو قلابہ! جیوٹ اور پامردی سے کام لو۔ ارباب نفاق کو (اخلاص والوں) پر ہنسنے کا موقع نہ دینا۔“ (ابن سعد ص ۱۳۵ ج ۵)

اسی کی طرف الذہبی نے اشارہ کیا ہے کہ ہاتھوں، ٹانگوں، آنکھوں سب ہی کو کھو دینے کے بعد بھی وہ اپنے مالک مولیٰ تعالیٰ جل مجدہ کا شکر ہی ادا کرتے رہے اور اس کی حمد کا گیت ہی گاتے رہے۔ رحمہ اللہ!

اور سچ تو یہ ہے کہ موت سے چارہ جب کسی کے لئے نہیں ہے۔ ہر سانس لینے والی زندہ جان موت کا مزہ بہر حال چکھ کر رہتی ہے تو موت کے مقدمات امراض میں نیکوں اور بدوں میں امتیاز کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے۔ نتائج کے لحاظ سے اختلافات کے حدود تو مرنے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ اسی لئے حجاج کے حالات میں سب سے زیادہ توجہ کا مستحق یہ پہلو ہے کہ اپنے سیاسی ماحول کی سازگاریوں کو دیکھ کر آئندہ اور مستقبل کے متعلق دھوکہ میں مبتلا ہو گیا۔ ذہن اور زبان کے زور سے ہر غیر آئینی فعل پر آئین کا خول چڑھا دیتا تھا اور درحقیقت پس پردہ اپنی فوجی قوت پر اس کو بھروسہ تھا۔ جس کی منطق کا جواب غریب نہتے عوام کے پاس نہیں ہوتا۔ تاریخ کا یہ سبق ہے کہ اس قسم کی بے باکیوں کا انتقام قدرت کی طرف سے عموماً غیر معمولی مہیب شکلوں میں لوگوں کے سامنے آیا ہے۔ اپنی فوجی قوت کے بل بوتے پر اس وقت تو وہ منہ زوریوں سے کام لیتے ہیں۔ ڈھیٹ بن کر جو جی میں آتا ہے کر گزرتے ہیں لیکن بہت جلد اس کا خمیازہ بھی ان کو اسی طرح بھگتنا پڑا جیسے مروانی حکومت کے حکمرانوں اور کارندوں کو بھگتنا پڑا۔ حجاج اس لحاظ سے مستحق ہے کہ قومیں اس کا مطالعہ کریں اور سیاسی طاقت کے استعمال میں جن غیر معمولی محتاط و نازک ذمہ داریوں کی ضرورت ہے اس کا سبق سیکھیں۔

کچھ بھی ہو، حجاج اور حجاج کی ظالمانہ چیرہ دستیاں تو اتنی مشہور ہیں کہ تفصیلاً نہ سہی اجمالاً اس کے طرز عمل کی خصوصیتوں سے مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ عموماً واقف ہے۔ دنیا کی ایک حکومت کے ساتھ اس کی حد سے گزری ہوئی وفاشعاریوں کے مقابلہ میں اگرچہ ہم حضرت عمران بن حصین صحابیؓ اور ابو قلابہ تابعیؒ جیسے بزرگوں

کے حالات سے بھی عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ آدمی چاہے تو خدا کا بھی ایسا وفادار بندہ بن کر رہ سکتا ہے کہ تیس تیس سال کٹے ہوئے کھاٹ پر گزر گئے۔ دونوں ہاتھ' دونوں پاؤں' دونوں آنکھیں غائب لیکن ہر حال میں شاکر ہیں۔ اسی کو اپنا محبوب حال یقین کرتے ہیں۔ اسی کے مقابلہ میں حجاج تھا کہ خدا کے چند بندوں یعنی مروانی حکومت کے حکمرانوں (عبدالملک اور ولید) کی وفاداری میں اپنا سب کچھ تج دیا۔ اپنی زندگی' اپنی موت' حد یہ ہے کہ آخرت تک کو انہیں کے قدموں پر نچھاور کرتے ہوئے مطمئن تھا کہ یہی کرنے کا کام تھا۔

لیکن درحقیقت جن صاحب کی عجیب وغریب موت کا ذکر اس قسط میں میرے پیش نظر ہے وہ حجاج ہی کے عہد کے ایک گم نام غیر مشہور آدمی کی موت ہے۔ ان کا نام ابراھیم تھا۔ اپنے قبیلہ کی طرف منسوب ہو کر ابراھیم تیمی کے نام سے لوگ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی موت میں وفاداری ہی کا دوسرا پہلو آپ کے سامنے آئے گا۔ صورت یہ پیش آئی کہ کوفہ جس کے دارالامارہ میں بیٹھ کر حجاج اپنی من مانی کارروائیوں میں مشغول تھا۔ یہیں ایک اور بزرگ ابراھیم ہی نامی تھے جو ہماری علمی اور فقہی تاریخ میں ابراھیم نخعی کے نام سے مشہور ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا اساسی نقشہ دراصل ابراھیم نخعی ہی کی اجتہادی کوششوں سے تیار ہوا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو بیک واسطہ ان کے شاگرد ہیں چونکہ اپنے زمانہ میں باضابطہ ایک آزاد مجلس وضع قوانین قائم کر کے ابراھیم نخعی کے قائم کیے ہوئے نقشہ کو مکمل کیا اور آب ورنگ اس میں بھرا۔ اس لئے حنفی مسلمانوں کی دینی زندگی جن فقہی مسائل کے زیر اثر گزر رہی ہے ان کو حنفی فقہ کے نام سے لوگوں نے موسوم کر رکھا ہے ورنہ صحیح معنوں میں اس کا نام چاہئے تھا "ابراھیم حنیفی ؎۱" فقہ رکھا جاتا۔

امام الشعبی کے یہ الفاظ جو ابراھیم نخعی کی وفات کے بعد ان کی زبان سے نکلے تھے یعنی:

" واللّٰہ ماترک بعدہ مثلہ.......... بالکوفہ ولا بالبصرہ ولا بالشام ولا بکذا ولا لحجاز. ص۱۹۸ ج۵ طبقات ابن سعد" خدا کی قسم ابراھیم نے اپنے جیسا آدمی اپنے بعد کہیں نہیں چھوڑا۔ نہ کوفہ میں' نہ بصرہ میں' نہ شام میں' نہ یہاں' نہ وہاں' نہ حجاز میں۔

؎۱ فقہ حنفی کی یہ تعبیر واقعہ کے مطابق بھی ہوتی اور بطور تفاؤل کے: " واتبع ملة ابراهيم حنيفا . " کی قرآنی آیت کی طرف ذہنی انتقال کا ذریعہ بھی یہی تعبیر بن سکتی تھی مگر لوگوں نے ابراھیم کی نسبت کو تو خیر حذف ہی کر دیا۔ ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بجائے حنیفی کے سہولت پسندوں نے "حنفی" کہنا شروع کر دیا۔ "حنفیہ" کے لفظ کی "ی" کیوں ساقط ہو گئی۔ بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

امام شعبی کی جلالت قدر سے واقفیت کے بغیر ان الفاظ کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

بہر حال ابراہیم نخعی کے تفصیلی حالات کا مطالعہ تو تفصیلی کتابوں میں کرنا چاہیے۔ اس وقت میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حجاج کی وجہ سے رست و خیز کا جو عالم کوفہ میں برپا تھا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم سیاسی معاملات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ زہد و ریاضت کی زندگی گزارتے تھے۔ اب واللہ اعلم کیا صورت پیش آئی کہ حجاج کی نگاہوں پر وہ بے چارے بھی چڑھ گئے۔ شاید اس قسم کے فقرے جو کتابوں میں ابراہیم نخعی کی طرف منسوب کئے گئے ہیں مثلاً جبابرہ (ڈکٹیٹر بن کر حکومت کرنے والوں پر) کبھی کبھی لعنت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ فقرہ بھی ان کی زبان پر جاری ہو گیا کہ :

"اندھے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ حجاج کے معاملہ میں کوئی اندھا بینی سے کام لے۔" (طبقات ص ۱۹۵ ج ۵)

حجاج کے جاسوسوں نے شاید ان ہی باتوں کو حجاج تک پہنچادیا۔ بھلا ان باتوں کو کہاں برداشت کر سکتا تھا۔ ابراہیم نخعی کے نام سے وارنٹ جاری ہو گیا۔ کسی طرح وارنٹ کی تعمیل ہونے سے پہلے ان کو خبر ہو گئی۔ بے چارے اپنے بعض مخلصوں کے مکان میں روپوش ہو گئے۔ طبقات میں ہے کہ :

"جمعہ اور عیدین کی نمازوں سے بھی روپوشی کے اس زمانہ میں ابراہیم کو محروم ہونا پڑا۔" (ج ۵ ص ۱۵۳)

حکومت کے نمائندے ان کے سراغ میں لگے ہوئے تھے۔ اب یہیں سے سننے کی بات ہے جس زمانہ میں یہ واقعہ میری نظر سے کتابوں میں گزرا حیران ہو کر رہ گیا۔ سوچتا تھا کہ دین اور دینی علوم کی وفاداریوں میں لوگ کیا اس حد تک بھی جا سکتے ہیں؟۔

عرض کر چکا ہوں کہ اسی کوفہ میں ابراہیم نخعی کے ایک ہم نام بزرگ ابراہیم تیمی بھی رہتے تھے۔ غریب آدمی تھے۔ مہینوں گزر جاتے اور باضابطہ کھانا کھانے کا موقع نہ ملتا۔ جو کچھ مل جاتا اسی سے سد رمق کا کام لیتے۔ آخر میں کوفہ کی مسجدوں میں گھوم گھوم کر وعظ کہا کرتے تھے۔ ان کی عبادت زہد و ریاضت کے قصے کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں۔ یہاں جس چیز کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حجاج کے کارندے جو ابراہیم نخعی کی تلاش میں تھے ایک دفعہ ابراہیم تیمی کے پاس پہنچے اور بولے کہ ابراہیم کو تم جانتے ہو۔ امیر یعنی حجاج کا حکم ہے کہ ان کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ میں جانتا تھا کہ ابراہیم نخعی کے متعلق مجھ سے یہ پوچھ رہے ہیں لیکن نخعی کے لفظ کا اضافہ انہوں نے نہیں کیا تھا اس لئے جواب میں میں نے کہا کہ :

" انا ابراهيم ۔ "ابراہیم کو پوچھتے ہو تو وہ میں ہے۔ یعنی میرا نام ابراہیم ہے۔
پکڑنے والوں نے آپ کو پکڑ لیا اور گرفتار کر کے خونی حجاج کے دربار کی طرف چلے۔ حجاج کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ جان رہے ہیں کہ صرف اتنی بات کہ میں: "نخعی ابراہیم نہیں ہوں۔" ان کی برات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ لیکن خاموش حجاج کے سامنے کھڑے رہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ واسط کے جیل خانہ میں دیماس نامی میں ان کو قید کر دیا جائے۔ واسط روانہ کر دیئے گئے۔ بیان کیا گیا ہے طبقات میں بھی ہے کہ واسط کا یہ جیل خانہ اس طریقہ سے بنایا گیا تھا کہ نہ اس پر چھت ڈالی گئی تھی اور نہ ایسے حجرے اور مکانات بنائے گئے تھے جن میں قیدیوں کو کم از کم دھوپ' بارش' سردی سے پناہ ملتی۔ بلکہ صرف چار دیواری تھی۔ اسی کے میدان میں لوگوں کو ڈال دیا جاتا تھا۔ خصوصیت اس قید خانہ کی یہ بھی تھی کہ ایک قیدی کے ساتھ دوسرے قیدی کو زنجیروں کے ساتھ جکڑ دیا جاتا تھا۔ بے چارے ابراہیم تیمی کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا۔ کسی اجنبی قیدی کے ساتھ ان کو بھی باندھ دیا گیا اور اسی حال میں وہ جیل کے اندر ڈال دیئے گئے۔ ماں کو ان کی خبر ہوئی۔ بچے کی محبت میں بچاری کوفہ سے کسی نہ کسی طرح واسط کے جیل خانہ تک پہنچیں۔ جیل والوں کی اجازت سے بیٹے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کی اجازت مل گئی۔ لیکن اس عرصہ میں ابراہیم تیمی کی شکل و صورت اتنی بدل چکی تھی کہ ماں بھی اپنے بیٹے کو پہچان نہ سکی۔ ماں کو دیکھ کر خود ہی ابراہیم نے ان کو مخاطب کیا۔ تب آواز سے انہوں نے اپنے بچے کو پہچانا۔ ناقابل برداشت حد سے گزری ہوئی ان تکلیفوں کے بعد بھی ماں تک پر یہ راز انہوں نے ظاہر نہیں کیا نام سے دھوکہ کھا کر ابراہیم نخعی کی جگہ اس جیل میں مجھے لوگوں نے ٹھونس دیا ہے۔ بس ماں اپنے بچے کو دیکھ رہی تھی اور بچہ اپنی ماں کو۔ ابراہیم تیمی کو چھوڑ کر ان کی والدہ ماجدہ روتی ہوئی واپس ہو گئیں۔ ان کی واپسی کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے سینے میں اسی راز کو دبائے ہوئے ابراہیم تیمی کا جیل خانے ہی میں انتقال ہو گیا۔ حجاج واسط ہی میں تھا۔ خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے:

"آج واسط میں ایک بہشتی آدمی مر گیا۔"

صبح کو معلوم ہوا کہ جیل میں ابراہیم نامی قیدی کا انتقال ہو گیا۔ ہٹ دھرم حجاج جھنجھلا کر بولا:

"یہ شیطانی خواب تھا جو رات میں نے دیکھا۔"

لکھا ہے کہ ابراہیم تیمی بے چارے کو ابراہیم نخعی باور کرتے ہوئے شتر کینہ حجاج نے حکم دیا کہ واسط کے گھوڑے پر ابراہیم کی لاش پھینک دی جائے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ حجاج کی اس مذبوحی حرکت پر ابراہیم کی بہشتی روح ہنستی ہو گی جو ابراہیم نہیں تھا ابراہیم کا خاکی لباس تھا۔ حجاج اسی کو گھوڑے پر ڈال کر خوش ہو رہا تھا۔

المسعودی نے مروج میں نقل کیا ہے کہ جس وقت ابراھیم تیمیؒ واسط کے جیل خانے میں داخل ہوئے تو سامنے ایک ٹیلہ تھا جن پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار رہے تھے:

”جو آج اللہ کی آزمائش میں ہیں ان لوگوں کو خدا ہی کی طرف سے عاقبت وراحت کی خوش خبری ہو اور آج اپنے آپ کو جو عافیت میں پا رہے ہیں خدا کی آزمائش کا ان کو انتظار کرنا چاہئے۔ لوگو! ذرا صبر سے کام لو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔“ (بر کامل ٦ ص ١٠٥)

حجاج بھی چلا گیا اور ابر ھیم بھی چلے گئے۔ حجاج نے دنیا کی حکومت کے حکمرانوں کے ساتھ وفاداری کا ایک ریکارڈ قائم کیا لیکن دیکھا گیا کہ حجاج اور جس حکومت کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا تھا ایک چلہ بھی سالوں کے حساب سے پورا نہ کر سکی اور جو کچھ انجام اس کا ہوا اسے بھی دنیا دیکھ چکی۔ اجمالی الفاظ میں اس کا ذکر گزر چکا اور ابراھیم تیمی نے اپنے آپ کو گم کر کے ابراھیم نخعی کو اور ان کے فقہی کارنامہ کو بچا لیا۔ شاید کہا جا سکتا ہے کہ کرہ زمین کے کروڑ ہا کروڑ حنفی مسلمانوں کی دینی زندگی کے نظام کی بقاء میں دوسرے اسباب کے ساتھ ابراھیم تیمی کی یہ حیرت انگیز وفاداری بھی شریک ہو: لمثل ہذا فلیعمل العالمون!

شاید دنیا کی قوموں میں ابراھیم تیمی کی استقامت و تحمل، راز داری کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی ہے: وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون!

(الفرقان لکھنؤ ستمبر ١٩٥٣ء)

☆..........☆..........☆

بقیہ عیسیٰ علیہ السلام

کہ عیسائیوں کا وفد نجران سے آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ حضور ﷺ نے الوھیت مسیح کے بطلان پر جہاں اور دلائل دیئے۔ ایک دلیل یہ بھی آپ ﷺ نے دی: ”ان اللّٰہ حی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفنا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ زندہ ہیں ان پر موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباحثہ کے وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے فوت نہیں ہوئے تھے حالانکہ قرآن پاک کی تیس آیات اس وقت نازل ہو چکی تھیں کیا نعوذباللہ حضور ﷺ کو ان آیات کا مفہوم سمجھ نہیں آیا تھا۔ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے قرآن پاک پر جھوٹ باندھا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کیا مسیح کے بعد یہ الہام صرف مرزا قادیانی کو ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں مرزا قادیانی سے قبل لاکھوں ولی قطب ابدال گزرے کسی کو یہ الہام نہ ہوا۔ کئی مفسرین گزرے ہیں ان تیس آیات کی تفسیر وہ نہ سمجھے صرف مرزا قادیانی دجال سمجھ سکا۔ (العیاذ باللہ)

آخری قسط

مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین (۲)

حضرت مولانا محمد نافع صاحب

خامسا: اب ضروری ایک چیز یہ باقی ہے کہ شیخ اکبرؒ کی بعض عبارتیں موہم اور مجمل ہوتی ہیں ان کو مرزائی لوگ لے کر ساتھ کچھ حاشیہ آرائی کر کے اور اپنے مقصد موافق تشریح کر کے بڑے بڑے جلی عنوانوں سے اور موٹی سرخیوں سے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک حوالہ فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۳ والا ہے جس کو ''الفضل'' والے اور دوسرے قادیانی بھی مکرر سہ کرر دفعہ پیش کر رہے ہیں۔ اس کی وضاحت مختصر اضروری معلوم ہوتی ہے:

''ہذا معنی قولہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذاکان یکون تحت حکم شریعتی. فتوحات مکیہ ص ۲ج ۲''

قادیانی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ترجمہ و تشریح شیخ جو کر رہے ہیں اس سے صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لانبی بعدی میں اس شریعت کے خلاف کوئی دوسری شریعت لانے والے نبی کی نفی کی ہے۔ ہاں ایسا نبی جو اس شریعت کے تحت ہو وہ ہو سکتا ہے اور یہی اجرائے نبوت ہے اور کیا ہے؟۔ (روزنامہ الفضل ج۶/ ۳۹ ش ۷ ۷ اص ۷ ا'' ۷ ۲ جولائی ۱۹۵۲)

ہم اس کے متعلق شیخ کی اس عبارت اور دوسری عبارات پر بھی نظر کرنے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ شیخ نے یہ تشریح ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر کی ہے چونکہ شیخ آسمان سے نزول مسیح علیہ السلام کے جمہور اہل اسلام کی طرح صحیح طور پر قائل ہیں۔ اس وجہ سے حدیث:''ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی'' کا مطلب ایسا بیان کر رہے ہیں جس کی بناپر قیامت سے قبل جو عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اس کے متعلق کوئی اشتباہ کوئی اعتراض پیدا نہ کیا جا سکے۔ مطلب یہ ہے:'' لارسول بعدی ولا نبی'' کے ظاہری عموم سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کسی قسم کا کوئی رسول نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ حالانکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے خلاف ہے تو اس کا رفع وہم کیا گیا کہ جب وہ آئیں گے اس وقت کوئی اپنی شریعت پر الگ عملدرآمد نہیں کریں گے بلکہ اسی شریعت کی ترویج واشاعت کریں گے۔

ناظرین کرام! یاد رکھیں ہمارا یہ کہنا کہ شیخ بھی نزول مسیح کے جمہور کی طرح قائل ہیں اور مذکورہ حدیث کی تشریح بھی انہوں نے نزول مسیح کے پیش نظر ہی کی ہے۔ کوئی دوسرا مطلب اس کا نہیں ہے۔ اس کے متعلق شیخ اکبرؒ کی عبارت جوانہی صفحات پر درج ہے شاہد ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”وقد علمنا ان عیسیٰ علیه السلام ینزل ولا بدمنه مع کونه رسولاً ولٰکن لایقول بشرع بل یحکم فینا بشرعنا فعلمنا انه ارادبانقطاع الرسالة والنبوة بقوله لارسول بعدی ولا نبی ای لامشرع ولاشریعته۔“(فتوحات مکیہ ص ۳ ج ۲ 'بحوالہ الفضل ۷ ۲ جولائی ۱۹۵۲ء)

رہا یہ سوال کہ اپنی شریعت جو نبی نہیں رکھتا ہے دوسرے نبی کا ماتحت ہو کر آتا ہے (جیسا کہ مرزائی بغیر شریعت کے نبی ہونے کے قائل ہیں) سو اس کے متعلق شیخ کی سابقہ عبارات میں جواب آچکا ہے کہ جب تک تمام اجزائے نبوت نہ پائے جائیں شیخ کے نزدیک نبوت متحقق ہی نہیں ہو سکتی اور تشریع (احکام شرعیہ دینیہ) نبوت کے اعظم جزوں میں سے ایک جزء ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ جو صاحب تشریع اور صاحب شریعت نہیں ہے وہ نبی ہی نہیں ہے۔ (بلکہ شیخ ان کو ولی کہتے ہیں نہ کہ نبی' مقصد ولایت جاری نبوت بند) لہٰذا جس طریقہ سے مرزائی اپنا مطلب شیخ کی عبارت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ شیخ کی ہی تصریحات کے پیش نظر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

چہارم: امام راغب اصفہانیؒ کا مذہب

تفسیر بحر محیط میں امام راغبؒ کی ایک عبارت نقل ہے ”الفضل“ والے نے اصل عبارت بمعہ ترجمہ اپنے مطلب کے موافق ذکر کیا ہے۔ ہم آپ کو الفضل کی زبانی اس عبارت کا ترجمہ پیش کر دیتے ہیں............ امام راغبؒ نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ ان چار گروہوں میں شامل کرے گا۔ مقام اور نیکی کے لحاظ سے نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ 'شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ اور راغبؒ نے جائز قرار دیا ہے کہ: ”من النبیین۔“ کا تعلق: ”ومن یطع الله والرسول۔“ سے ہو۔ (تفسیر بحر محیط ص ۲۸۷ ج ۳ مطبوعہ مصر' الفضل خاتم النبیین نمبر ج ۶ / ۳۹ 'شمارہ نمبر ۱۷۷' ۲ جولائی ۵۲ء ص ۱۸ کالم ۲)

حضرات! امام راغبؒ نے یہ ایک احتمال ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو نبی نبیوں میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ اللہ سے انعام پانے والوں کے ساتھ ہوگا۔ اس میں اشکال کیا ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر کے انعام پانے والوں کی جماعت میں شامل ہوں گے مگر بات یہ ہے کہ اس ضعیف سے احتمال سے بے چارے امام راغبؒ کو خواہ مخواہ اجرائے نبوت کے مدعیوں کی صف میں کیوں شمار کیا جا رہا ہے۔ امام راغبؒ تو صاف طور پر خود اپنی تصنیف

”مفردات القرآن“ میں علی الاعلان ختم نبوت کے قائل ہیں۔ آنحضور ﷺ کی آمد سے نبوت کے اتمام واختتام پر بالتصریح اقرار کرتے ہیں۔ مرزائیوں کو کیا حق ہے۔ ان اعلانات واضح کے بعد بھی ان کے مسلک کو احتمالات واشارات میں ڈال کر مشتبہ بنادیں۔ سنئے کہتے ہیں کہ :

”خاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تممها الابمجیه . “(مفردات امام راغبؒ ص ۱۴۲ تحت معنی ختم)

ترجمہ :...... ”آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی آمد سے اس نبوت کو تمام کردیا اور مکمل کردیا ہے۔“

مرزائیو! آپ کے ہاتھوں ہی انصاف ہے۔ وہ اشارہ واحتمال بہتر ہے جو امام راغبؒ کا کوئی دوسرا شخص نقل کررہا ہے یا یہ صاف تصریح اچھی ہے جس کو خود امام راغبؒ نے اپنی مصدقہ تصنیف میں بلااحتمال ذکر کیا ہے۔

پنجم : حضرت مولانا جلال الدینؒ کے اشعار مثنوی سے بے جا استدلال

مثنوی شریف سے چند اشعار مختلف نقل کرکے ایسے ترتیب دیئے ہوئے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مقام سے علی الترتیب منقول ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے :

مکر کن دررا ه نیکو خدمتے
تانبوت یابی اند امتے

دوسرا شعر :

عقل کامل راقرین کن باخرد
تاکه باز آید خرد زان خوئے بد

دوسرا شعر :” عقل کامل را ....الخ“ پہلے شعر مکر کن کے قریب کہیں نہیں ملتا۔ آس پاس بہتیری تلاش کے باوجود کوئی پتہ نہیں چلا۔ اسی طرح متصل کرکے انہوں نے یہاں چھ شعر ذکر کئے ہیں۔ یہ سب متفرق مقامات سے لے کر ان کو یکجا کیا گیا ہے۔ ذکر میں سیاق وسباق کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ اس قسم کی چھوٹی موٹی چالاکیاں مرزائیوں کا ادنیٰ سا کرتب ہے۔ خیر یہ معمولی بات ہے کہ کہیں کا شعر کہیں سے جوڑ دیا (مرزائیوں کے نزدیک) کوئی بڑی بات نہیں۔ بہرکیف اول الذکر شعر سے اجرائے نبوت کے مسلک کی تائید حاصل کرنا مرزائیوں کا مقصد ہے۔ ترجمہ شعر مذکور یہ ہے کہ اچھی خدمت کے راستہ میں توفکر اور تدبیر کرتا کہ امت کے اندر نبوت پاسکے گا۔ (دفتر پنجم مثنوی ص ۴۰۲ باب در تفاوت عقول از اصل فطرت...........الخ طبع نولکشور لکھنؤ)

ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ ساری مثنوی شریف میں یہی وہ چند اشعار آپ کو نظر آئے ہیں دوسرے مواقع جہاں مولانا رومؒ نے اس مسئلہ ختم نبوت کو صاف ظاہر کیا ہے وہ اشعار بھی ساتھ ساتھ ذکر کر دیتے تاکہ ہر ایک نتیجہ اخذ کرنے میں متردد نہ ہوتا اور ٹھیک اور صحیح مطالب مولانا کی کلام سے بسہولت حاصل کر سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ صاحب مثنوی اس مسئلہ میں جمہور مسلمانوں کے ساتھ بالکل متفق ہیں۔

۱............ ”چنانچہ دفتر چہارم کی آخری حکایت میں یہود و نصاریٰ کی حالت جو حضور ﷺ کی بعثت کے وقت تھی اس کو بیان کرتے ہوئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

این ہمہ انکار کفران ذاد شان
چوں درآمد سید آخرزمان

(دفتر چہارم مثنوی شریف حکایت دربیان اعتقاد یہود و نصاریٰ............ الخ طبع نولکشور لکھنو)

”یعنی جب سردار آخر الزمان ﷺ تشریف لائے اس زمانہ میں یہود و نصاریٰ کا سارا سرمایہ کفران ہی کفران تھا۔“

آخر الزمان کے لقب کے ساتھ مولانا کا حضرت نبی کریم ﷺ کو تعبیر کرنا صاف ختم نبوت جتلا رہا ہے اور بغیر کسی تاویل کے یہ الفاظ مستعمل ہیں۔

۲............ دوسری جگہ دفتر پنجم میں نبی کریم ﷺ کے ایک مہمان کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یارسول اللہ رسالت راتمام
تونمودی ہمچو شمس بیغمام

یعنی اے اللہ کے رسول جیسے بادل کے بغیر سورج چمک رہا ہو ایسے آپ ﷺ نے رسالت کو تمام فرمادیا ہے۔ رسالت کی تمامیت میں کوئی شبہ واشتباہ باقی نہیں رہا۔ (دفتر پنجم ص ۳۹۸ ’ایمان عرض کردن مصطفیٰ علیہ السلام مہمان را‘ طبع نولکشور لکھنو)

مولانا کے ان اقوال واشعار کو سامنے رکھنے کے بعد اس مذکورہ بیت کا مطلب بشرط انصاف اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نیک راہ میں سعی وتدبیر کرنے سے فیضان نبوت اور کمالات رسالت سے مومن شرف یاب ہو سکتا ہے جیسا کہ اہل اللہ لوگ حسب استعداد مراتب حاصل کرتے ہیں۔

۳............ نیز مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں نبوت کے دعویٰ کرنے والوں کے کئی مقامات میں واقعات ذکر کرتے ہیں اور ان کے جھوٹ اور کذب پر پورا تبصرہ فرماتے ہیں۔ اگر مولانا کے نزدیک نبوت کا سلسلہ جاری ہے تو

ایسے لوگوں کے حالات کی تائید کرنی چاہئے تھی اور ان کے واقعات کو درست قرار دینا چاہئے تھا۔ الثاان کی کذب بیانی واضح کی جاتی ہے۔

ششم : حضرت مولانا علی قاریؒ اور مسئلہ ختم نبوت

ملا علی قاریؒ نے اپنے موضوعات کبیر ص ۱۰۰ پر حدیث : " لوعاش ابراهيم لكان نبيا" کے متعلق قوت ضعف کے اعتبار سے بحث کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ : " قلت ومع ہذا لوعاش ابراهيم وصار نبياً وكذا لوصار عمر نبياً لكان من اتباع عليه السلام كعيسى وخضر والياس عليهم السلام فلاينا قض قوله تعالىٰ خاتم النبيين اذا لمعنى انه لاياتى نبى بعده ينسخ ملته ولم يكن من امته ويقوى حديث لوكان موسىٰ عليه السلام حياً لما وسعه آلا اتباعى ...."

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ قبل اس کے کہ اس مسئلہ پر ملا علی قاریؒ کی تحقیقات پیش کریں مذکورہ حوالہ مرزائیوں نے پیش کرتے وقت :" كعيسى وخضر والياس عليهم السلام" کا ٹکڑا کاٹ دیا ہے۔ یہ حضرات سمجھدار ہیں۔ اس ٹکڑا کو روایت کرنے میں انہیں ایک سخت خسارہ پڑتا ہے۔ اس لئے کہ عیسیٰ وخضر والیاس کی مثال ان کی حیات اور زندگی کی بناپر دی گئی ہے۔ اس طرح کہ اگر آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم "زندہ رہتے اور نبی ہوتے اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہوتے تو ہر دو نبی کریم ﷺ کے متبعین اور تابعداروں میں سے ہوتے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام' حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں اور ان لوگوں کی نبوت ونبی ہونا ان کا آنحضور ﷺ کے متبعین کی صورت میں ہے۔ قادیانی ان کی حیات کے قائل نہیں بلکہ ممات کے قائل ہیں تو حوالہ پیش کردہ کا آدھا حصہ ان کی تردید کرتا تھا اور بقیہ سے تائید حاصل کرنی تھی۔ سو اس صورت میں چاروناچار رنگ میں بھنگ ڈالنے والے فقرے ان قادیانیوں نے حذف ہی کردیئے۔

اس کے بعد اصل مطلب کی طرف آیئے۔ وہ یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے خاتم النبیین کے مفہوم کی وضاحت میں جو معنی ذکر کیا ہے کہ ایسا نبی جو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ملت کا ناسخ ہو اور آپ ﷺ کی امت میں سے نہ ہو نہیں آئے گا۔ یہ بھی نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر کلام کیا گیا ہے۔ باقی یہ مطلب لینا کہ تابع ہو کر نبی آنے کا جواز اور اجرائے نبوت غیر مستقلہ کی خاطر ان کا یہ کلام ہے۔ اس چیز کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ ذکر کرنے کی بجائے خود صاحب کلام کی تشریح کی خاطر ان کی ہی کلام ان کی تصانیف سے چند حوالوں کی صورت میں پیش کی جاتی ہے :

۱........." انه ختمهم اى جاء آخرهم فلا نبى بعده اى لايتنباء احد بعده فلا ينافى

نزول عیسیٰ علیہ السلام متابعاً شریعتہ مستمداً من القرآن والسنتہ .... الخ"(جمع الوسائل شرح شمائل ص ۳۲ جلد اول باب اول)

ترجمہ :...... "تحقیق نبی ﷺ نے انبیاء کو ختم کیا ہے۔اس طرح کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔یعنی کسی ایک کو حضور کے بعد نبوت نہیں دی جائے گی۔پس نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف نہ ہوا جبکہ وہ آپ ﷺ کے تابع شریعت ہو کر اور قرآن وسنت سے امداد حاصل کرنے والے ہو کر آئیں گے۔"

اس مقام میں ملا علیؒ نے واضح کر دیا ہے۔آنحضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل ہی نہیں سکتی اور عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے ہی سے نبوت کے حامل ہیں۔البتہ نزول کے بعد عمل اپنی شریعت کے بجائے شریعت مصطفویہؑ پر کریں گے۔کیا اسی کا نام اجرائے نبوت کا قول کرنا ہے۔گرچہ ظلی ہو یا اصلی۔

۲......... ملا علیؒ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :" والمقفی بکسر الفاء المشدۃ فی جمیع الاصول المصحۃ ای المتبع من قفا اثرہ اذا معہ یعنی انہ آخر الانبیاء الاتی علی اثرھم لانبی بعدہ۔"(مرقات شرح مشکوٰۃ ج۱۱ص۱۷)

ترجمہ :...... "مقفی کا لفظ تمام صحیح طرق میں فاء مکسورہ شدوالی کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ پیچھے آنے والا قفا اثر کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔جب کوئی کسی کے پیچھے چلے اس وقت قفا اثرہ کہتے ہیں۔یعنی نبی کریم ﷺ تمام انبیاء سے آخری پیغمبر ہیں۔ان سب انبیاء کے نقش قدم پر تشریف لائے ہیں۔آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

مرزائیو! یہ وہ علی قاریؒ ہیں جن کو آپ کی مسلمہ کتابیں دسویں صدی کا مجدد یقین کرتی ہیں۔اگر شک ہو تو کتاب عسل مصفی ص ۱۱۰'۱۱۹'۱۲۰ کا پھر ملاحظہ کر لیا جائے۔آپ کا یہ دسویں صدی کا مجدد کس صفائی کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلہ کو تمام کر رہا ہے۔آپ لوگوں کی تمام تاویلات من گھڑت کو ایک ایک کر کے ختم کر رہا ہے۔اسی پر بس نہیں اور وضاحت سنئے۔یہ قرن عاشر میں دین کی تجدید کرنے والا فاضل حضور ﷺ کے بعد وحی کو بالکل منقطع تسلیم کرتا ہے اور مرزا قادیانی ۲۳ برس سے اپنے اوپر وحی کو بارش کی طرح برسا رہے ہیں۔ملا علی قاریؒ کا فتویٰ سن لو۔حدیث شریف :"لم یبق من النبوۃ الا المبشرات .... الخ" کی شرح میں امام سیوطیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

۳......... "قال السیوطیؒ ای الوحی منقطع بموتی ولا یبقی مایعلم منہ ما سیکون

الا الرؤیا۔"(مرقات شرح مشکوٰۃ شریف ج۹ص ۲۳)

ترجمہ :......"سیوطیؒ نے کہا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری موت (وفات) کے ساتھ وحی خداوندی منقطع ہو جائے گی اور آئندہ چیزوں کے معلوم کرنے کی رؤیا صالحہ کے بغیر کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔"

مرزائیوں کے متعلق مزید لطف کی بات یہ پیدا ہو گئی ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک امام سیوطیؒ بھی نویں صدی کے مجدد ہیں اور ملا علی قاریؒ دسویں صدی کے مجدد۔(عسل مصفی ج۱ص ۱۶۴'۱۶۵) پھر دو مجدد مل کر ایک مسئلہ کو واضح کردیں تو پھر انحراف کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ دو مسلمہ مجدد اس پر اتفاق کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ وحی الٰہی منقطع ہو گئی ہے۔ اگر نبوت غیر مستقلہ کے اجراء کے یہ بزرگ قائل ہوں تو بغیر وحی خداوندی کے وہ نبوت کیسے چلے گی ؟۔

اگر اب بھی کچھ خفاء باقی ہو تو اس مجدد قرن عاشر کا فتویٰ یا مرزائی الزامات سے برات کا اعلان صاف لفظوں میں بگوش ہوش سن لیجئے :

"ودعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالا جماع۔"(شرح فقہ اکبر لعلی قاریؒ طبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۲)

ترجمہ :......"ہمارے نبی پاک ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔"

اس کے بعد صرف تین دعویٰ مرزا قادیانی کی زبان سے ان کے اپنے متعلق دل پر ہاتھ رکھ کر سن لیجئے :

۱............"یعنی محمد ﷺ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔"(ایک غلطی کا ازالہ ص ۷ 'خزائن ج۱۸ص ۲۱۱' ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص ۲۶۵)

۲............"خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔"(اربعین نمبر ۳ص ۳۶ 'خزائن ج۱۷ص ۴۲۶)

۳............"اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔"(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲ 'خزائن ج۱۸ص ۲۱۶' ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص ۲۶۹)

مجدد ملا علی قاریؒ کے فتویٰ اور مرزا قادیانی آنجہانی کے دعویٰ پر کسی تبصرہ کی غالباً کوئی حاجت نہیں۔ اہل اسلام غوروفکر کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے۔

۷: امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کیا اجرائے نبوت (مستقلہ یا غیر مستقلہ) کے قائل ہیں؟

مرزائیوں نے ''خاتم النبیین نمبر'' الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۵۲ء میں جہاں اور بزرگان دین کی جو ان کے نزدیک قائلین اجرائے نبوت سمجھے گئے ہیں فہرست تجویز کی ہے۔ وہاں امام ربانی صاحبؒ کو بھی ان میں بزور شمار کر ڈالا ہے۔ جس عبارت امام ربانی سے ان لوگوں نے استدلال اخذ کیا ہے وہ یہ ہے:

''حصول کمالات نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت وداراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیه وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت اونیست فلا تکن من الممترین۔ مکتوبات ج اول مکتوب نمبر ۲۷۱'' (الفضل لاہور ص ۱۸ کالم ۳، ۲۷ جولائی ۵۲)

پہلے تو دیکھنا ہے کہ امتی نبی ہونے اور غیر مستقل نبوت کے اجراء کے جواز کو کس طرح عبارت مذکورہ سے ثابت کر لیا گیا ہے۔ امام ربانیؒ فرمارہے ہیں کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد دین کے صحیح تابعدار لوگوں کو اس اتباع کے بدولت نبوت سے کمالات اور فضائل حاصل ہوں تو یہ حضور کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ فضائل وکمالات اجزائے نبوت ہیں اور بعض اجزاء شے کے حصول وتحقق سے کل شے کا تحقق لازم نہیں آتا جیسا کہ حدیث شریف میں رؤیا صالحہ کو اجزاء نبوت شمار کیا گیا ہے۔ کون اس بات کا قائل ہے کہ جسے رؤیا صالحہ نصیب ہوا اسے نبوت مل گئی۔ ٹھیک اسی طرح کمالات نبوت کے حصول سے نبوت نہیں مل جاتی۔ لہٰذا ان فضائل کا حصول ختم واختتام نبوت کے منافی ومناقض نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے۔ اسی عبارت میں امام ربانی آنحضور ﷺ کو خاتم الرسل کہہ رہے ہیں اور یہ لفظ کیوں نہ کہا جائے کہ امام کے عقیدہ کو واضح کر رہا ہے۔ اب ہم امام ربانی صاحبؒ کے مکتوبات شریف سے ان کا عقیدہ پیش کرتے ہیں تاکہ ہر قسم کا شک وشبہ زائل ہو سکے:

۱............ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم ص ۱۸۴ حصہ ہفتم مکتوب شصت وہفتم میں اعتقادیات اہل سنت بیان فرماتے ہوئے دہم عقیدہ میں ذکر کرتے ہیں کہ:

'' وخاتم انبیاء محمد رسول اللہ است صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعلیٰ آله

وعلیہم اجمعین۔ ودین اوناسخ ادیان سابق ست وکتاب اوبہترین کتب ماتقدم ست وشریعت اورا ناسخے نخواہد بود بلکه تا قیام قیامت خواہد ماند وعیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام که نزول خواہد نمود عمل بشریعت اوخواہد کرد وبعنوان امت اوخواہد بود۔"

۲......ایضاً دفتر سوم حصہ ہشتم عقیدہ ہشتم ص ۳۰۴٬۳۰۵ مکتوب ہفت دھم ۱۷ میں اعتقادیات کو واضح فرمایا ہے کہ :

"اول انبیاء حضرت آدم ست علی نبینا وعلیه وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات وآخر ایشان وخاتم نبوت شان حضرت محمد رسول اللّٰہ است به جمیع انبیاء ایمان باید آورد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات وہمه را معصوم وراست گو باید دانست عدم ایمان بیکے ازیں بزرگواران مستلزم عدم ایمان است بجمیع ایشان علیہم الصلوٰات والتسلیمات چه کلمه ایشاں متفق است واصول دین ایشاں واحد وحضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام که از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود وعلیه وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات۔"

خط کشیدہ عبارات مجدد شیخ احمد صاحبؒ کا مذہب کتنا صاف بیان کر رہی ہے۔ قارئین کرام کو معلوم ہو کہ امام ربانی کو بھی مرزائیوں نے گیارھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔(ملاحظہ ہو عسل مصفیٰ ج۱ص ۱۶۵٬۱۷۰)اور مجددین کا قول ماننا مرزائیوں کو لازم ہے۔دیکھو شہادت القرآن میں مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ :

"اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ :" ومن کفر بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون۔"(شہادت القرآن ص ۴۸٬ خزائن ج ۶ص ۳۴۴)

مجدد الف ثانیؒ نے مذکورہ عبارات میں فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ سب نبیوں سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ ان کی نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔اس کے بعد مرزائیوں کو تو ضرور تسلی ہونی چاہئے۔یہ اعتقادیات مذکورہ درست ہیں۔آخر مجدد اور مسلمہ مجدد کا قول ہے۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

ہشتم : حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر اجرائے نبوت کا بہتان

عبارت یہ ہے جو مرزائیوں نے مخصوص نمبر ص ۱۸ کالم ۲٬ ۷ جولائی ۱۹۵۲ء میں پیش کی ہے :

"ختم به النبیون ای لایوجد من یامره الله سبحانه بالتشریع علی الناس۔"

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم ج۲ص ۵۵،۷۲)

ترجمہ :۔۔۔۔۔"نبی کریم ﷺ پر انبیاء ختم ہو چکے ہیں۔ یعنی ایسا شخص عدم سے وجود میں نہیں لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ احکام دینیہ وشرعیہ کے ساتھ لوگوں کی طرف مامور کرے۔"

اس عبارت سے یہ استنباط کیا جارہا ہے کہ مستقل شریعت اور مستقل دین والے نبی کی نفی مصنف کی مراد ہے۔ علی الاطلاق اور ہر نبوت کی نفی مراد نہیں ہے۔ بلکہ امتی نبی آسکتے ہیں۔ بالتبع نبوت جاری ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ" لایوجد" کا ترجمہ ذرا غور سے ملاحظہ کرلیا جائے تو بات صاف ہے۔(ایجاد از عدم بوجود آوردن)

تاہم ان بزور عائد کردہ الزامات کا جواب ہم اپنی زبان سے ادا کرنے کی بجائے خود صاحب کلام شاہ صاحب محدثؒ کی زبان سے پیش کرنا ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ تاویل در تاویل کرنے سے ایک صاف بات مسخ ہو کر نہ رہ جائے۔ تاویلات کا تانا باندھنا مرزائیوں کا موروثی وطیرہ ہے۔ ہم شاہ صاحبؒ کا کلام بغیر کسی ہیر پھیر کے پیش کرتے ہیں:

اولاً..... اسی تفہیمات الٰہیہ میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ السلام تک انبیاء علیہم السلام کے مختلف دور قائم کرکے اس پر اس تفہیم میں تبصرہ کیا ہے۔ آخر میں اس تفہیم کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ:

۱.........." وصار خاتم ہذاہ الدورة فلذالك لایمکن ان یوجد بعده نبی صلوات الله علیه وسلامه۔ تفہیمات الہیه ص۱۲۷ج۲"

ترجمہ :۔۔۔۔۔"اس دورہ کے ختم کرنے والے نبی کریم ﷺ ٹھہرے۔ اسی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی عدم سے وجود میں آئے۔"

دوسرا مقام اسی تفہیمات کا ملاحظہ ہو۔ اس تفہیم میں ضروری ضروری عقائد کا (مثلاً ملائکہ، وشیاطین وقرآن مجید ومعاد جسمانی وجنت دوزخ وشفاعت وغیرہا) بیان فرماتے ہوئے مسئلہ ختم نبوت کو بھی واضح کیا ہے۔

۲.........."ومحمد صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین لا نبی بعده ودعاوته عامة لجمیع الانس والجن وهوا فضل الانبیاء بهذه لخامته وبخواص اخریٰ نحوانده۔ تفہیمات الہیه تفهیم نمبر۶۵ ج اول ص۱۴۷"

ترجمہ :...... ’’آنحضور ﷺ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تمام انسانوں اور جنوں کے لئے آپ ﷺ کی دعوت عام ہے۔ آپ ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اس خاص امر اور دوسرے خواص کی بنا پر۔‘‘

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کا صرف ایک مقام ہی دیکھ لیا جائے۔ یہ بشرط انصاف کافی ہے:

۳.......... حدیث شریف میں آتا ہے :’’ ان ہذا الا مربدا رحمتہٗ و نبوۃ ثم یکون خلافتہ ورحمتہ.......... الخ کنزالعمال ج۶ص ۱۲۰ ‘‘یعنی یہ دین اسلام کی ابتدا نبوت اور رحمت کی صورت میں ہوئی ہے پھر یہ خلافت اور رحمت کے رنگ میں زمانہ ہوگا.......... الخ۔ اس حدیث کی تشریح شاہ صاحبؒ نے اس طرح شروع کی ہے :’’اقول فالنبوۃ انقضت بوفاۃ النبی ﷺ والخلافۃ التی لاسیف فیھا بمقتل عثمانؓ والخلافۃ بشہادۃ علی کرم اللہ وجہ وخلع الحسنؓ.......... الخ ۔ حجتہ البالغہ‘ مبحث فی الفتن ج۲ص ۲۱۲‘‘

ترجمہ :...... ’’میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سے نبوت پوری اور ختم ہوگئی اور ایسی خلافت جس میں تلوار اسلام میں نہ چلی ہو وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے ختم ہوگئی اور اصل خلافت راشدہ حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کی معزولی سے ختم ہوگئی.......... الخ‘‘

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ صاف صاف تصریحات مسئلہ ختم نبوت کے متعلق ہیں کہ ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہے۔ مرزائی تاویلات کی طرف جانے کے بڑے شائق ہیں۔ ہر عبارت میں کچھ نہ کچھ تاویل کئے بغیر ان کا جی نہیں ٹھیرتا۔ اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہوسکتا ہے؟۔

اب شاہ صاحبؒ کا ایک اور حوالہ نقل کر کے ہم اس کو ختم کرتے ہیں۔ فتح الرحمٰن ترجمۃ القرآن میں ’’خاتم النبیین‘‘ کا معنی شاہ صاحبؒ نے ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے :’’ نیست محمد ﷺ پدر ہیچکس از مردان شما ولیکن پیغامبر خداست ومہر پیغمبران است یعنی بعد ازوی ہیچ پیغامبر نباشد ۔‘‘(فتح الرحمٰن تحت آیت :ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔الخ)

قارئین کرام پر واضح ہو کہ مرزائی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو بارھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔ عسل مصفیٰ ج اص ۱۶۵‘ ۳۰ ۷ پر ہر صدی کے مجددین کو شمار کیا ہے۔ وہاں شاہ صاحبؒ اور مرزا جان جاناں شہیدؒ کو بارھویں صدی کے مجدد تسلیم کیا ہے۔ نویں صدی کے مجدد امام سیوطیؒ‘ دسویں صدی کے مجدد علی قاریؒ

گیارھویں صدی کے مجدد شیخ احمد سرہندیؒ بارھویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ صاحبؒ سب کے سب کہہ رہے ہیں کہ نبوت ختم ہوگئی ہے۔ وحی تاقیامت منقطع ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی عدم سے وجود میں نہیں آسکتا۔ ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول پیدا ہو۔ آپ ﷺ کے مسلمہ مجددین بیک آواز بلا تاویل یہ کہہ رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ امتی نبی آسکتے ہیں۔ انصاف کرو کون سچا ہے؟۔

نہم: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ختم نبوت

مرزائیوں نے اپنے مسلک (اجرائے نبوت) کی تائید میں مولانا محمد قاسمؒ کی ایک دو عبارتوں کو پیش کرنے میں بڑی سعی کی ہے۔ حالیہ سہ ماہی (جون' جولائی' اگست ۱۹۵۲ء) میں تو مختلف عنوان بدل بدل کر الفضل میں ان عبارتوں کو بار بار شائع کیا ہے۔ ایک ان کا تبلیغی ہفتہ وار اخبار ''التبلیغ'' ربوہ سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا ایک نمبر (۱۴جولائی ۱۹۵۲ء ج ۲ نمبر ۲۶) مستقل مولانا علی قاریؒ' مولانا محمد قاسمؒ' مولانا عبدالحئیؒ ہر سہ حضرات کے لئے وقف کیا ہے۔ ان حضرات کی عبارتیں ''مخصوصہ متعینہ'' ذکر کرکے بڑے زوردار چیلنج کئے ہیں کہ ہے کسی کو جرات کہ ان عبارات کا جواب پیش کرے۔ ان ہر سہ حضرات کی برات وصفائی کا دم بھرے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور ٹریکٹ شائع کئے ہیں جن میں مولانا نانوتوی مرحوم کی عبارت مطلب کے موافق نقل کرکے عوام پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مولانا بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔ لہٰذا قادیانیوں کے عقیدہ اور مولانا کے عقیدہ میں کچھ فرق نہیں۔ (لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین!)

حضرات! جس طرح سابقہ سطور میں واضح کیا گیا ہے۔ ان مذکور سلف صالحین میں سے کوئی صاحب بھی اجرائے نبوت کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی ختم نبوت زمانی کا کوئی فرد منکر ہے۔ ٹھیک اسی طرح مولانا نانوتوی مرحوم کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اجرائے نبوت ان کے نزدیک باطل ہے۔ ختم نبوت زمانی کے صحیح طور پر اقرار کرنے والے ہیں جو ختم نبوت زمانی کا قائل نہ ہو اور آنحضور ﷺ کے بعد نبوت جاری تسلیم کرے اسے کافر سمجھتے ہیں۔

ذیل میں مولانا کی عبارتیں درج کی جاتی ہیں جو ہماری اس بات پر شہادت صادقہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

۱......... شان نبوت بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں: ''ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہوں گے اوروں کے احکام اس کے احکام کے ناسخ نہ ہوں گے اور اس لئے یہ ضرور ہے وہ خاتم زمانی بھی ہو۔ کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد آتی ہے اور اس لئے اس کا حکم اخیر حکم ہوتا ہے۔ (مباحثہ شاہجہانپور

ص ۲۵)

اس مباحثہ کی عبارت میں مولانا مرحوم آنحضور ﷺ کو نبوت کے مراتب کو ختم کرنے والے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ زمانہ کے اعتبار سے بھی ”خاتم زمانی‘ صاف طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

تحذیر الناس کی عبارت جو پیش کی جاتی ہے وہ ایک طویل بحث میں سے سیاق سباق سے کاٹا ہوا ٹکڑا ہے۔ کسی جگہ ماقبل کی رعایت نہیں کی جاتی۔ کہیں مابعد کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اب ناظرین کی خدمت میں خود تحذیر الناس کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ اس میں خاتمیت زمانی کیسی صاف ثابت کی جارہی ہے۔

۲............ سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی ﷺ ” مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی اوکما قال علیه الصلوٰة والسلام “جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکورہ ”الا انه لا نبی بعدی.................. ناقل ”بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا (اعداد رکعات فرائض............ ناقل) منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا ”لا نبی بعدی.......

...... ناقل ”منکر بھی کافر ہوگا۔ (تحذیر الناس ص ۹ طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

کتاب ”مناظرہ عجیبہ “میں اس مسئلہ کی مزید توضیح مولانا نے کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ :

۳............ ” خاتمیت زمانی اپنا دین ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ “(مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

۴............ ”بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ “(مناظرہ عجیبہ ص ۱۰۳)

ناظرین کرام! مولانا محمد قاسم مرحوم کی ان واضح عبارات کے بعد بھی آپ کو خواہ مخواہ اجرائے نبوت کا قائل گردانا جائے اور ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دیا جائے تو اس ظلم اور انصاف کشی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ ان اقوال پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ اپنے مضامین آپ واضح ہیں۔

پھر ان اقوال کو چھوڑ کر محتمل اور مجمل حوالہ کو اخذ اور گرفت کرنا : ” توجیه القول بمالا یرضیٰ به “ قائلہ کا مصداق ہے اور مولانا پر افتراء عظیم ہے۔ اگر کچھ اور اس مسئلہ پر مزید وضاحت درکار ہو تو مولانا کا رسالہ

مناظرہ عجیبہ پورا ملاحظہ کیجئے اور قبلہ نما اور انتصار الاسلام میں بھی اس کا جواب آپ کو ملے گا۔ طوالت مضمون کے خوف سے مزید حوالے ترک کئے جاتے ہیں۔

دہم: حضرت مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی پر اجرائے نبوت کا افتراء عظیم

مولانا عبدالحئیؒ کی عبارت جس سے مرزائی اپنے مطلب کی تائید میں استدلال قائم کرتے ہیں وہ پہلے باالفاظ درج ہے:

"علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ تبع شریعت محمدیہ ہوگا۔ پس بہر تقدیر بعثت محمدیہ عام ہے۔" (دافع الوساوس فی اثر ابن عباس ص ۳' منقول از الفضل ۷ ۲ جولائی ۵۲ خاتم النبیین نمبر)

خط کشیدہ عبارت کا مطلب مرزائی یہ لے رہے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد تابع شریعت ہو کر نبی آسکے گا۔ یعنی امتی نبی۔ آپ کے بعد بطریق تبعیت نبوت جاری ہے........ ان کا استدلال واستنباط کہاں تک درست ہے؟ اس کا جواب مولانا عبدالحئیؒ کے قلم سے نقل کیا جاتا ہے اور ساتھ لطف یہ ہے کہ مولانا کی جو عبارت ہم نقل کرنا چاہتے ہیں وہ اس مذکورہ بالا عبارت سے بعد کی تحقیق ہے۔ ذرا انصاف کو قریب لا کر سنئے۔ پہلے تمہیدی عبارت ذکر ہے:

"قد کتبت قبل هذا فی ہذا الباب رسالۃ سمیتہا بالآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات واخریٰ مسماۃ بدافع الوسو اس فی اثر ابن عباس وکلاهما باللسان الهندیته وہذاہ رسالۃ ثالثۃ بلغۃ اہل الجنۃ العربیه مرتبۃ علی مابینہما لتحقیق المقاصد کالاصلین۔ (زجرالناس علی انکار اثر ابن عباس ص اول مجموعه خمسه رسائل)"

ترجمہ:...... "اس سے پہلے اس مسئلہ میں میں نے دو رسالے لکھے ہیں۔ ایک کا نام "آیات بینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات" ہے۔ دوسرے رسالہ کا نام "دافع الوساوس فی اثر ابن عباس" ہے۔ یہ دونوں رسالے اردو زبان میں ہیں۔ یہ تیسرا رسالہ "زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس" جنتیوں کی عربی زبان میں ہے۔ ان دونوں رسالوں میں جو مضامین تحقیق مقاصد کے لئے مرتب تھے انہی پر یہ تیسرا رسالہ بھی مرتب ہے۔"

اس تیسرے رسالہ زجر الناس میں اس مسئلہ کو مولانا نے اس طرح واضح فرمایا ہے:

"ختم نبینا ﷺ حقیقی بالنسبة الی انبیاء جمیع الطبقات بمعنی انه لم یعط بعده

النبوۃ لاحد فی طبقۃ ۔ (زجرالناس علی انکار اثر ابن عباس ص۸۴/۶ مجموعہ خمسہ رسائل)“

ترجمہ :...... ”تمام طبقات کے انبیاء کے اعتبار سے ہمارے نبی ﷺ کی خاتمیت بالکل حقیقی ہے۔ اس معنی کر کے کہ کسی ایک کو کسی طبقہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت نہیں عطا ہو سکتی۔“

مولانا کا کلام مذکور کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے مطلب کو خود صاف کر رہا ہے۔ آخر میں صرف ایک اور حوالہ حضرت مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ کے فتاویٰ سے مرزائیوں کی تسلی کے لئے پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

استفتاء نمبر ۱۰۷ ج اول ص ۹۹

...... کیا حکم ہے اس صورت میں کہ ایک شخص چھ مثل رسول اللہ ﷺ محقق و موجود عالم میں کہتا ہے۔ یہ صحیح العقیدہ ہے یا فاسق العقیدہ ہے؟ اور وہ شخص مذکور کافر ہے یا فاسق و گنہگار؟۔ بینوا توجروا المکلف الفقیر علی وجہ اللہ علی احمد قادری کان اللہ لہ

الجواب

اگر مراد مماثلت نبوی سے مماثلت جمیع صفات نبویہ ہے حتیٰ کہ صفت رسالت میں بھی تو یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی صفت موجود ہے۔ پس دعویٰ کرنا دوسرے نبی کا مخالف نص قطعی کے ہے۔ علامہ ابو شکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں :

” اعلم ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمد کان رسول اللہ والآن ہو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ ان یکون احد نبیاً ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافراً ۔ انتہی ۔“(فتاویٰ مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی ج اول ص ۹۹ مطبوعہ یوسفی لکھنوٴ)

عربی عبارت کا ترجمہ :...... ” جاننا چاہئے کہ ہر عاقل پر واجب ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول تھے اور اب بھی وہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کا نبی بنا جائز نہیں اور جو آج ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔“

حضرات ! مولانا عبدالحئیؒ نے مسئلہ ختم نبوت کے تمام پہلو روشن کر دیئے ہیں۔ مرزائیوں کے تمام شبہات کا خوب ازالہ کر دیا ہے۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس کے بعد مرزائی اگر مولانا لکھنوی کے کلام

سے استدلال ہم نوائی کرنے سے باز نہ آئیں تو یہ علم و دیانت اور یہ فہم و فکر جس میں قدم قدم پر دجل و فریب اور بات بات پر مکر و خیانت چھائی ہوئی ہو یہ ان خداوندان ربوہ ہی کو مبارک ہو۔

اپنے برادران اسلام سے آخر میں ایک ضروری گزارش

مرزائی لوگ اپنے نبی کی سنت کے موافق ہر معاملہ میں حد درجہ کی چالاکی سے کام لیتے ہیں۔ حوالہ اخذ کرنے میں بھی اپنے معصومانہ مکر و فریب کا کمال کر دیتے ہیں۔ صاحب تصنیف کا مقصد کچھ کا کچھ ہوتا ہے لیکن ان کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھتی ہے۔ لہٰذا میں اپنے عام مسلمان بھائیوں سے بڑی تاکید سے عرض کروں گا کہ جب اس قسم کا کوئی حوالہ سلف صالحینؒ کی تصانیف سے مرزائی لوگ شائع کریں تو اس کے مفہوم کی جب تک اصل ماخذ سے پوری تسلی نہ کر لی جائے اس سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔ ضرور اس میں کچھ نہ کچھ مرزائیوں کا بابرکت جھوٹ کام کر رہا ہوگا جس طرح ان کے ابا جان مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصانیف میں اکاذیب طیبہ سے جگہ جگہ پر کام لیا ہے۔ اسی طرح ان کی امت شریفہ بھی جھوٹ مبارک کہنے سے اجتناب نہیں کرتی۔ اس پر تجربہ شاہد ہے:

اپنے اہل مسلم حضرات کی تسلی کی خاطر عرض کیا جاتا ہے کہ مذکورہ حوالہ جات جو ہماری اپنی کتب سے لئے گئے ہیں ان کے اصل ماخذ سے تسلی کر کے درج کئے ہیں۔ انشاء اللہ! اس میں خلاف واقع نہ ہوگا۔ دیانت کے ساتھ کام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔ نیز اپنے علمی بزرگوں سے استدعا ہے کہ وہ اس موضوع کے متعلق جو ان چند اوراق میں درج ہے مزید معلومات و تحقیقات سے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس بحث کو مزید مکمل کرنے میں سہولت ہو۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

دعاء غائبانہ کا خواستگار

ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ'

صدر تنظیم اہل سنت والجماعت محمدی

و مدرس جامعہ محمدی ضلع جھنگ

ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ

تحریر: مولانا خدا بخش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا

قیامت سے قبل جتنے اہم واقعات اور خرق عادات ظہور پذیر ہوں گے حضور ﷺ نے ان کے متعلق احادیث پاک میں واضح طور پر بیان فرمادیا ہے اور یہ واقعات ظاہر ہوں گے آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا۔ ان کے علاوہ کئی واقعات بیان فرماکر امت کو مطلع کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آپ ﷺ کے زمانہ مبارک سے لے کر اب تک امت میں یہ عقیدہ متفقہ چلا آرہا ہے۔ کچھ لوگوں نے اپنی جہالت' کج فہمی کی بنا پر اس عقیدہ کا انکار کیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مختصر سی تشریح کر دی جائے۔ ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ تمام عقائد کی بنیاد قرآن یا حدیث رسول ﷺ پر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کو دیکھتے ہیں۔ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے کی خبر دو مقامات پر دی گئی ہے۔ نمبر ۱: سورۃ آل عمران" یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی۔" نمبر ۲: سورۃ نساء میں :" وماقتلوه یقینا بل رفعه الله الیه۔ "ان دونوں آیات میں باجماع امت اور مفسرین ومجددین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا مراد ہے۔

قرآن مجید میں دو جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی خبر بھی موجود ہے۔

نمبر ۱:" وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا۔ "اس آیت کی تفسیر بخاری شریف جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۹۰ باب نزول عیسیٰ بن مریم میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے کی کی گئی ہے۔ نمبر ۲: سورۃ زخرف میں ہے:" وانه لعلم للساعة۔ "اس آیت کی تفسیر صحیح ابن حبان نے حضور ﷺ سے یوں کی ہے:" قال نزول عیسیٰ قبل یوم القیامة۔ "اکابر انبیاء علیہم السلام کا اجماع بھی اس مسئلہ پر ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراھیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی جب قیامت کا تذکرہ ہوا تو سب سے پہلے ابراھیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ قیامت کب واقع ہوگی تو انہوں نے جواب دیا مجھے علم نہیں پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

انہوں نے فرمایا یقینی علم تو مجھے بھی نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال آئے گا اور اس کے قتل کرنے کے لئے میں نازل ہوں گا۔ اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ جب دجال قیامت کے قریب آئے گا تو اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے جس مسئلہ پر قرآن و حدیث اور اکابر انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہو تو صحابہ کرامؓ اس کی مخالفت نہیں کر سکتے اس لئے تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے کسی ایک صحابیؓ کا اس میں اختلاف نہیں اگر قادیانیوں میں ہمت ہے تو کسی ایک صحابی کا نام پیش کریں: "ان لم تفعلوا ولن تفعلو فاتقوالنار۔" مسند احمد جلد نمبر ۳ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کئی مرتبہ ابن صیاد یہودی لڑکے کے حالات معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ابو بکر صدیقؓ عمر فاروقؓ بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب اس لڑکے کی گفتگو سنی تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو اس کو قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان یکن هو فلست صاحبه انما صاحبه عیسیٰ بن مریم۔" حضرت عمر کی بات سن کر آپ نے فرمایا عمرؓ تیرے ذمہ یہ کام نہیں یہ کام خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آکر دجال کو قتل کریں گے۔

اب مرزا قادیانی جب قرآن و حدیث میں اپنا موقف ثابت نہ کر سکے تو اس نے کہا اگر علماء اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رجوع کا لفظ دکھا دیں تو میں اپنی تمام کتابیں جلا دوں گا۔ انجام آتھم۔ تو علماء حق نے حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رجوع کا لفظ بھی دکھا دیا۔ (درمنثور جلد نمبر ۲ صفحہ ۳) آپ ﷺ فرماتے ہیں: "ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة۔" اب دیکھو حدیث پاک میں رجوع کا لفظ کتنا واضح موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی موت نہیں آئی قیامت سے قبل تمہاری طرف رجوع کریں گے۔

مرزا قادیانی اور اس کے چیلے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ قرآن میں تیس آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی وفات مسیح کا قائل ہو کر یہودیوں کے ساتھ شامل ہو گیا کیونکہ وہ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا دجال نے قرآن پر جھوٹ بولا ہے کہ قرآن کی تیس آیات سے وفات مسیح ثابت ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ قرآن پاک کی صرف ایک آیت دکھا دیں جس کی تفسیر حضور ﷺ یا کسی صحابی نے کی ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں یا تیرہ صدیوں کے مفسرین مجددین جو کہ مسلم عند الفریقین ہوں انہوں نے کسی آیت کی تفسیر کی ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ لیکن قادیانی قیامت تک کوئی آیت بھی نہیں دکھا سکتے۔ ہم قادیانیوں سے سوال کرتے ہیں

(بقیہ ص ۱۴ پر)

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس نہ کئے جائیں

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر میں علمائے کرام کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں شامل دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے شرکت کی۔ اجلاس میں قادیانیوں کو تعلیمی اداروں کی واپسی کے خلاف حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ چناب نگر کے تعلیمی ادارے اگر قادیانیوں کو واپس کئے گئے تو اس سے ملک میں بدامنی پھیلے گی۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان طلباء ان اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔ اگر قادیانیوں کو تعلیمی ادارے واپس مل گئے تو مسلمان طلباء تعلیم کے سلسلہ میں دربدر دھکے کھائیں گے یا ان داروں میں مرزائیت قبول کرنے پر انہیں مجبور کیا جائے گا۔ جیسا کہ 1972ء سے پہلے مسلمانوں کو قادیانی ہونے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ چناب نگر میں قادیانیوں کے پرائیویٹ ایک درجن سے زائد تعلیمی ادارے موجود ہیں۔ جس میں پہلے ہی خصوصی طور پر مرزائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اگر یہ سرکاری تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کر دیئے گئے تو ایک سنگین مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ لہٰذا حکومت ایسے اقدام سے باز رہے اور فوری طور پر چناب نگر کے تعلیمی داروں کا نوٹیفکیشن کینسل کرے۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبدالرب تونسوی صاحب نے کی۔

اجلاس میں جمعیت علمائے اسلام کے حضرت مولانا عبدالوارث صاحب‘ جمعیت علمائے پاکستان کے حضرت مولانا مسعود احمد سروری صاحب‘ جمعیت اہل حدیث کے جناب قاری محمد ایوب صاحب‘ جناب مہر محمد طارق صاحب‘ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب‘ حضرت مولانا محمد مغیرہ صاحب‘ حضرت مولانا خان عابد حسین صاحب‘ جناب قاری محمد یامین گوہر صاحب‘ جناب ڈاکٹر شاہد احمد صاحب‘ حضرت مولانا اللہ یار صاحب‘ مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب‘ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب‘ حضرت مولانا سیف اللہ خالد صاحب‘ حضرت مولانا محمد یعقوب ربانی صاحب‘ جناب قاری غلام علی صاحب کے علاوہ دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔

قادیانیوں کے ووٹ کینسل کرانے کی تحریک

ووٹر فارم سے حلفیہ بیان ختم کرنے کے خلاف قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے حکم اور قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی دعوت پر آل پارٹیز تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے الٹی میٹم کے بعد حکومت نے اپنا اعلان واپس لیا۔ جناب حافظ حسین احمد صاحب اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا کی شبانہ روز محنتوں سے حکومت نے قادیانیوں کو حلفیہ بیان پر کرنے بصورت دیگر ان کے ووٹ مسلم فہرستوں سے نکالنے کا سرکلر جاری کیا۔ تو مجلس مرکزیہ نے ماتحت مجالس کو حکم دیا کہ وہ قادیانیوں کے ووٹ کینسل کرانے کی درخواستیں دیں۔ چنانچہ مرکز کی طرف سے حکم پر اعتراضات داخل کرائے گئے۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب' حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب اور ختم نبوت سکھر کے مبلغ حضرت مولانا محمد حسین ناصر صاحب نے اس سلسلہ میں سندھ کے دو اضلاع کا دورہ کیا۔ جن میں خیر پور میرس اور نوشہرہ فیروز شامل ہیں۔ اس طرح گمبٹ کے زیر اہتمام جناب شیخ عبدالسمیع کو تین تحصیلیں دی گئیں جن میں صوبھوڈیرو' خیر پور میرس اور تھرپارکر کی تحصیلیں شامل ہیں۔ الحمد للہ! ان تینوں تحصیلوں میں بھرپور کام کیا گیا۔

اسی طرح پنجاب کے اضلاع گوجرانوالہ' لاہور' شیخوپورہ' چیچہ وطنی' ساہیوال' اوکاڑہ' قصور' سیالکوٹ' راولپنڈی' چناب نگر' چنیوٹ' لیہ کوٹ ادو' کروڑ لعل عیسن' بہاول پور' بہاول نگر' سندھ' سرحد اور بلوچستان کے بیسیوں مقامات پر متعلقہ اتھارٹیوں کو ووٹ کینسل کرنے کی درخواستیں دی گئیں۔ الحمد للہ! اس کے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا فقیر اللہ اختر کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے مبلغ حضرت مولانا فقیر اللہ اختر صاحب نے سیالکوٹ' گوجرانوالہ' حافظ آباد' نارووال کے اضلاع کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا اور جماعتی اجلاسوں کے علاوہ احباب سے انفرادی ملاقاتیں کر کے انہیں جماعتی پروگرام بالخصوص مرزائی ووٹروں کے مسلم ووٹروں میں شامل کئے جانے سے پیدا شدہ صورت حال پر روشنی ڈالی۔

مولانا نے قلعہ کالروالا کی جامع مسجد ختم نبوت میں خطاب کیا اور جناب قاری دین محمد صاحب سے ملاقات کی۔ علاوہ ازیں تلونڈی بھنڈراں میں حضرت مولانا غلام نبی کھٹانہ صاحب سے ملاقات کی۔ اسی طرح جامع مسجد رحمانیہ مین بازار ڈسکہ' جامع مسجد اڈے والی وڈالہ سندھواں' جامع مسجد منڈھیالہ گوجرانوالہ' جامع مسجد عمر علی

پور چھٹہ ' جامع مسجد عثمانیہ تلونڈی کھجوروالی ' جامع مسجد قباء اللہ بخش کالونی ' جامع مسجد گلزار حبیب امیر پارک ' جامع مسجد صدیقیہ اکرم کالونی گل روڈ میں مختلف اجتماعات سے خطاب کیا۔ حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب نے حافظ آباد میں اچانگٹ قادیانی کیس کی پیروی میں مقامی جماعت کی معاونت کی۔ اس کیس کی براہ راست نگرانی حضرت مولانا محمد الطاف صاحب نے کی۔ جبکہ حافظ آباد کے حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب اور جناب ماسٹر رشید اختر صاحب نے سرگرم کردار ادا کیا۔

حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی صاحب کا تبلیغی دورہ ساہیوال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی صاحب نے ضلع ساہیوال کا تبلیغی دورہ کیا۔ علمائے کرام احباب اور کارکنان ختم نبوت سے تنظیمی اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے جامعہ رشیدیہ ' علوم شرعیہ ' مدرسہ محمدیہ ' جامع مسجد صدیق اکبر ' جامع مسجد میناروالی ' جامع مسجد شیخ برکت ' مرکزی عید گاہ ' جامع مسجد بلال ' جامع مسجد فاروق اعظم ' مسجد سبیل الرحمت ' جامع مسجد الحبیب ' جامع مسجد غلہ منڈی ' جامع مسجد قادری سمیت متعدد مساجد میں مختلف اجماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت قادیانیت کا فتنہ امت مسلمہ کے لئے ایک چیلنج ہے اور مرتے دم تک ہم فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی اور تعاقب کرتے رہیں گے۔

حضرت مولانا محمد علی صدیقی صاحب کا دورہ بدین اور میرپور خاص

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا محمد علی صدیقی صاحب نے قادیانیوں کے ووٹ مسلم فہرست سے الگ کرانے کے بعد میرپورخاص ' ٹنڈو غلام علی ہکری ' ڈگری اور ماتلی کا تفصیلی دورہ کیا اور مختلف اجتماعات سے عقیدہ ختم نبوت کے عنوان سے بیان کیا۔ کنری کی جامع مسجد بخاری ' جامع مسجد مکہ اور جامع مسجد مدینہ میں مولانا صدیقی صاحب کے خطبات ہوئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا تبلیغی دورہ بہاول نگر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر کے مبلغ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ضلع بھر کا دورہ کیا۔ منچن آباد کی مرکزی مسجد ' فقیر والی جامع قاسم العلوم کاٹ گنگہ سنگھ ' چشتیاں ' ڈونگہ بونگہ ' مروٹ ' فورٹ عباس کے مختلف مقامات پر مرزائیت کے کفر کو ننگا کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا کہ حکومت وقت مرزائیت کے جارحیت کا نوٹس لے۔

(بقیہ صـ۶۴ پر)

ادارہ

قافلہ آخرت

☆.........گوجرانوالہ سے جناب حشمت علی بٹ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علمائے اسلام کے بہی خواہوں میں سے تھے کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔

☆.........عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹ ہرا گوجرانوالہ کے رانا شوکت علی انتقال فرماگئے۔

☆.........گمبٹ سندھ کے فعال کارکن جناب جاوید احمد کے والد محترم گزشتہ دنوں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرماگئے۔ سندھ کے حضرت مولانا احمد میاں حمادی صاحب، حضرت مولانا محمد حسین ناصر صاحب، جناب شیخ عبدالسمیع صاحب سمیت تمام جماعتی کارکنوں نے مرحوم کی وفات پر پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔

☆.........خانیوال بستی سراجیہ کے جناب عتیق الرحمٰن ولد محمد یوسف اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرماگئے۔

☆.........میرپور خاص تحصیل سامارو درگاہ گلزار خلیل کے روحانی بزرگ حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔ حضرت مولانا خان محمد کندھانی صاحب مبلغ ختم نبوت نے حضرت کے گھر جاکر اظہار تعزیت کی۔

☆.........گزشتہ دنوں اوکاڑہ جماعت کے مخلص ساتھی حمید انور کے والد گرامی چوہدری محمد حسین فرنیچر والے انتقال کر گئے۔ اسی طرح جوکہ والے کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ راؤ ریحان کے والد گرامی راؤ محمد اقبال جو دینی طبقہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ان کا بھی گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت مولانا عبدالرزاق مجاہد صاحب نے مجلس کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے ان تمام مرحومین کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا۔

☆.........عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوکوٹ کے رہنما جناب محمد سرور صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئی۔ بدین کے مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی صدیقی صاحب نے نوکوٹ جاکر جناب محمد سرور صاحب آرائیں سے مجلس کے تمام بزرگان کی طرف سے تعزیت کی اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

☆.........عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کے سیکرٹری اور مخلص کارکن جناب حاجی اللہ دتہ صاحب

کی جواں سال بیٹی گزشتہ دنوں کرنٹ لگنے کی وجہ سے انتقال فرما گئیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے تمام مرحومین کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا اور اللہ رب العزت سے دعا کی کہ خدا تعالیٰ ان تمام مرحومین کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

(بقیہ جماعتی سرگرمیاں)

قادیانی سازش ناکام بنادی گئی

تحصیل میرپور خاص کے گوٹھ عبدالرحیم سمیاجہ نزد شیرواہ اسٹاپ جھڑلی میں رندھ قوم کے ایک نوجوان کو قادیانیوں نے مکان کا لالچ دے کر قادیانی بنالیا۔ جب اس واقعہ کا علم مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا خان محمد صاحب کو ہوا تو انہوں نے علاقہ کے غیور مسلمانوں کے ساتھ مل کر نوجوان کو سمجھایا جس پر وہ تائب ہو گیا۔ اسی طرح ایک اور قادیانی ظفر کی مذموم حرکت کرنے پر غیور مسلمانوں نے پٹائی کر دی۔

حضرت مولانا عبدالرزاق مجاہد صاحب کا تبلیغی دورہ اوکاڑہ و قصور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرزاق مجاہد صاحب نے گزشتہ دنوں دیپالپور' مصطفیٰ آباد' چوکی' رائے ونڈ اور قصور کے ضلعوں کا دورہ کیا۔ انہوں نے مختلف تبلیغی اجتماعات اور جماعتی اجلاسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ جماعتی احباب سے ملاقات کر کے قادیانی فتنہ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں ایک اجلاس امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قصور شہر کے علمائے کرام کی گرفتاریوں کی مذمت کی گئی۔ اجلاس میں قصور کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس 5 ستمبر 2002ء بروز جمعرات ہونے والی کانفرنس کے انتظامات مکمل کر لئے گئے۔ کانفرنس میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب' حضرت مولانا عبدالغفور حقانی صاحب' حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب کے علاوہ جناب سید سلیمان گیلانی صاحب شرکت کریں گے۔ اجلاس میں جناب حاجی اللہ دتہ مجاہد صاحب' جناب میاں محمد معصوم انصاری صاحب' جناب قاری احسان اللہ صاحب' جناب قاری مشتاق احمد صاحب اور جناب قاری سیف اللہ صاحب سمیت کافی حضرات شریک ہوئے۔ آخر میں قصور کے امیر جناب قاری مشتاق احمد رحیمی صاحب کو جنہیں غلط فہمی کی بناء پر گرفتار کر لیا گیا تھا الحمدللہ! باعزت طریقے سے رہا کر دیئے جانے پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nabuwwat Peshawar Pakistan Presents

ہفت روزہ ختم نبوت

http://www.weeklykhatm-e-nubuwwat.clickhere2.net

ماہنامہ لولاک

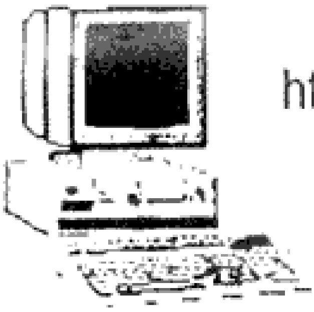

http://www.lolaack.clickhere2.net

انگلش ویب سائٹ

http://www.khatm-e-nubuwwat1.clickhere2.net

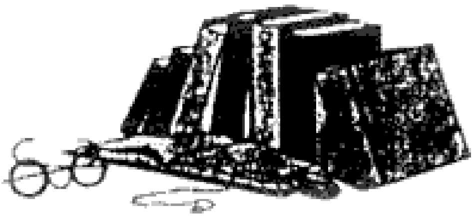

6 Books

- **Easaa** By (Moulana Muhammad Saleem Dhorat)
- **Verdict on Qadianis** By (Maulana Muhammad Yousaf Ludhianvi)
- **A Comparison Between Islamic And Qadiani Views** By (Dr. Mahmood A Ghazi)
- **Islam And Ahmadism** By (Dr.Sir Muhammad Iqbal)
- **Mirza Ghulam Qadiani in the Mirror of his Own Writings** By (Maulana Muhammad Yousaf Ludhianvi)
- **Writings Speak About Mirza Qadiani** By (Maulana Muhammad Yousaf Ludhianvi)

FOR CONTACT & SUGGESTIONS: برائے رابطہ و آراء

E-Mail Addresses:

Qasimalikhan313@hotmail.com

Qasimalikhan313@pakwatan.com

Qasimalikhan313@email.com

مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور پاکستان

Phone : 212707 - 212839 - 2564361

Mob : 0333-9104836

فرما گئے یہ ہادی
لا نبی بعدی
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام
مقام
مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی
چناب نگر
زیر صدارت
خان محمد صاحب
شاہ نفیس الحسینی
سالانہ
ردِّ قادیانیت و عیسائیت کورس
تاریخ
۵ شعبان تا ۲۸ شعبان ۱۴۲۳ھ
بمطابق
12 اکتوبر تا 4 نومبر 2002ء
کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کے لیے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش، خوراک، نقد وظیفہ منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا۔ کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا
داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے
حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
دفتر مرکزیہ حضوری باغ روڈ ملتان
061/514122 04524/212611

Monthly *Laulak* Multan Regd. No. M-108

ختمِ نبوۃ زندہ باد

اسلام زندہ باد

بمقام

مسلم کالونی چناب نگر

19، 20 ستمبر 2002ء

11، 12 رجب ۱۴۲۳ھ

بروز جمعرات، جمعۃ المبارک

فرما گئے یہ ہادی

لا نبی بعدی

21 ویں سالانہ دو روزہ عظیم الشان

ختمِ نبوۃ کانفرنس

زیرِ صدارت

مخدوم المشائخ

حضرت مولانا

خواجہ **خان محمد** صاحب مدظلہ

امیر مرکزیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

- توحیدِ باری تعالیٰ
- سیرتِ خاتم الانبیاء
- مسئلہ ختمِ نبوۃ
- حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام
- عظمتِ صحابہؓ و اہلِ بیت
- اتحادِ اُمت

ردِّ قادیانیت اور جہاد جیسے اہم موضوعات پر

علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب

فرمائیں گے اہلِ اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

نوٹ

سالانہ ردِّ قادیانیت و عیسائیت کورس مدرسہ ختم نبوت مُسلم کالونی چناب نگر میں ۵ شعبان تا ۲۸ شعبان منعقد ہوگا۔ ان شاء اللہ

دفتر مرکزیہ: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

فون نمبرز

ملتان — 061/514122

چناب نگر — 04524/212611

خطاطی: محمد امان اللہ قادری دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ